مسجود مجازی

محی الدین نواب

کچھ کہانیاں اور کچھ داستانیں ، بادشاہوں کے محلات، ان کی غلام گردشوں اوران کے حرم سراؤں میں جنم لیتی ہیں اور پھر ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے ذریعے اپنا سفر نامعلوم منزلوں کی طرف جاری رکھتی ہیں۔ تاہم کچھ وارداتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا ماخذ و منبع محلوں اور محل سراؤں سے دور ہوتا ہے مگر ان کا تعلق براہ راست محلّات سے ہوتا ہے۔ سلطنت مغلیہ کا طاقت ور ترین حکمران اکبر جو نہ صرف اپنے وضع کردہ "دین الہیٰ" کے باعث تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کر گیا بلکہ اس کے دور میں شہزادہ سلیم اور انارکلی کے غیر معمولی عشق کی داستان بھی لازوال محبت کے طور پر یاد رکھی جانے لگی۔ اس اکبر کے دور میں جب دین الہیٰ کا چرچا تھا سب بادشاہ وقت کی خوشنودی کی خاطر اپنے آبائی ادیان کو ترک کر کے اس میں شامل ہو رہے تھے اس دور میں ایک دور اندیش ہندو نے اپنی پری جمال بہن کے ذریعے شہزادہ سلیم تک رسائی حاصل کرنے کا سوچا، وہ بہن جو خود ایک مسلمان فن کار کے فن کی گرویدہ ہو کر تن من اس پر وار چکی تھی محبت سیاست اورجاہ وچشم کے حصول کے لیے ناجائز کو جائز سمجھنے والے ناعاقبت اندیشوں کی کہانی۔

ماضی کا آئینہ بااختیار اور بےاختیار انسانوں کے وہ واقعات جن میں درس عبرت بھی ہے اور لذتِ فسانہ بھی

لاکھوں کی تعداد میں مرد‘ عورتیں‘ بچے اور بوڑھے دور تک نظر آرہے تھے۔ ہردوار میں ہر بارہ برس کے بعد کمبھ کا یہ میلہ لگتا تھا۔ اتنی طویل مدت کے بعد اس میلے کی اہمیت بڑھ جاتی تھی۔ دُور دراز کے علاقوں سے لاکھوں یاتری وہاں آتے تھے۔ بچے ناچتے گاتے دوڑتے پھرتے تھے۔ جھولے جھولتے تھے۔ کاٹھ کے گھوڑوں پر بیٹھ کر گھومتے تھے۔ بوڑھے اکیلے ہوں یا میلے میں ہوں‘ ہر جگہ پوجا پاٹ میں مصروف رہتے تھے۔ حدِ نگاہ تک رنگ برنگے ملبوسات میں عورتیں ایسی لگتی تھیں۔ جیسے ایک سرے سے دوسرے سرے تک قوسِ قزح کے رنگ بکھرتے چلے گئے ہوں۔

جہاں حسن و شباب ہوتا ہے۔ وہاں بانکے چھیلے عقاب بھی ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دیدہ دلیری سے جھپٹ پڑتا ہے۔ کوئی دور ہی دور سے تڑپتا رہتا ہے اور کوئی پیار و محبت سے اپنی رادھا کو رام کرتا رہتا ہے۔

آزر شیرازی شاعر‘ سنگ تراش اور مجسمہ ساز تھا۔ کوئی دوسرا ایک شاعر اور مجسمہ ساز سے زیادہ حسن نظر نہیں رکھتا۔ ایران سے آنے والے اس جوان کے لیے وہ ہندوستانی ماحول انتہائی حسین اور رومان پرور تھا۔ کہیں تو شنکی میں کرشن مُراری اپنی مُرلی کی تان چھیڑ کر رادھا کا دل لوٹ رہے تھے۔ کہیں نند لال کنکریاں مار مار کر بے چاری گوپیوں کے مٹکے پھوڑ رہے تھے۔ رنگ برنگے گھاگروں اور چولیوں میں جوان عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ ڈانڈیا کھیل رہی تھیں اور آزر شیرازی انہیں دیکھ دیکھ کر سحر زدہ ہو رہا تھا۔

وہ حُسن پرست تھا مگر ہوس پرست نہیں تھا۔ ایک سچا فنکار تھا۔ تمام حسین نظاروں کو اپنی آنکھوں سے سمیٹ کر ذہن میں محفوظ کر لیتا تھا پھر ان پر خوبصورت اشعار کہتا تھا یا اُن کے حسین مجسمے تراشتا رہتا تھا۔ کسی جیتے جاگتے‘ سانس لیتے ہوئے مجسمے کو اپنے بازوؤں میں سمیٹنے اور اپنی دھڑکنوں سے لگانے کی ہوس کبھی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

وہ کہتا تھا۔ ”خدا نے ایک سے بڑھ کر ایک حسین صورتیں اور مورتیں پیدا کی ہیں۔ کس کس سے دل لگایا جائے؟ ایک کو چھونے کے بعد دوسری اور تیسری کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ یوں انسان بعض اوقات حُسن پرست نہیں رہتا‘ ہوس پرست بن جاتا ہے۔“

اسے مجسمہ سازی میں کمال حاصل تھا۔ اس نے سنا تھا کہ ہندوستان میں مجسمہ سازوں کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔ ان کے دھرم میں بُت پرستی ہے۔ اس لیے طرح طرح کے بُت تراشے جاتے ہیں۔ وہ ایسے بت تراشنا نہیں چاہتا تھا۔ جن کی پوجا کی جاتی تھی پھر معلوم ہوا کہ دیویوں‘ دیوتاؤں‘ رام لکشمن، سیتا اور شنکر بھگوان کی مورتیوں کے علاوہ بھی حسین مجسمے تراشے جاتے ہیں۔ باذوق امیر و کبیر حضرات حسین عورتوں کے مجسمے نظارۂ حُسن کی تشنگی بجھانے کے لیے خریدتے ہیں۔ انہیں آرائشی طور پر اپنے محلوں اور باغوں میں سجاتے ہیں۔

آزر شیرازی اپنے ہنر کے ذریعے دولت کمانے کے لیے ہندوستان آیا تھا۔ مال و دولت کے علاوہ بے مثال شہرت بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ مثبت اور تعمیری ارادوں کا حامل تھا۔ اس لیے دن رات اپنے ہنر کو زیادہ سے زیادہ جلا دینے کی دُھن میں لگا رہتا تھا۔ ایک سے ایک حسینہ کے اندر اس کی کشش کے اسباب ڈھونڈتا تھا لیکن منفی انداز میں کسی کی قربت حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرتا تھا۔

انسان خواہش کرے یا نہ کرے۔ مقدّر کے ارادوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے اور مقدّر نے اسے جھکا دیا۔ اُس کم سِن حسینہ میں کچھ ایسی ہی کشش تھی کہ اس پر نظر پڑی تو وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایسی بات نہیں تھی کہ وہ حُسن و جمال میں یکتا اور بے مثال تھی۔ جس طرح خوبصورت ناک نقشے والیاں جاذبِ نظر ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ بھی تھی۔

دل کے معاملات عجیب ہوتے ہیں۔ دنیا جہان کی حسیناؤں کو چھوڑ کر کسی ایک کی طرف دل کھنچا چلا جاتا ہے۔ پہلی نظر میں پتا نہیں چلتا کہ ایسا کیوں ہو گیا؟ کسی نے دیکھتے ہی دیکھتے پہلے نظروں کو اور پھر دل کو کیسے جکڑ لیا؟ رفتہ رفتہ اُس کی نگاہیں‘ اُس کی ادائیں‘ اُس کی باتیں‘ اُس کی گھاتیں.... اُس کا تبسم‘ اُس کا تکلم‘ اُس کی چال بے مثال کرتی ہے‘ بے حال ...تب اُس کے اندر کے سارے بھید عیاں ہوتے ہیں اور ارادے جواں ہوتے چلے جاتے ہیں۔

وہ سہیلیوں اور گوپیوں کے سنگ ڈانڈیا کھیل رہی تھی۔ جب کھیلتے وقت ایک مخصوص انداز میں بل کھا کر گھومتی تھی تو رنگ برنگے گھاگرے کے ساتوں رنگ بکھرتے ہوئے یوں لگتے تھے جیسے اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ہاتھ لگنے والے ہوں۔ پشت پر انگیا کی ڈوری ایسے کس کر بندھی ہوئی تھی کہ بدن ہائے کہتا ہوا نگاہوں کو پکار رہا تھا۔ سانسوں کی اٹھان پر جالی دار دوپٹا لرز رہا تھا۔ بدن کے شہر میں اِدھر سے اُدھر ہو رہا تھا۔ آزر شیرازی زندگی میں پہلی بار اس شہر کی گلی گلی‘ کوچے کوچے میں بھٹکتا جا رہا تھا۔

وہ دنیا کو بھول گیا۔ اپنے آپ سے بے خبر ہو گیا۔ اُس پہیلی کو بوجھنے لگا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ ایسا تو نہیں کہ خواب ہو، آنکھ کھلے گی تو پھر نہیں ملے گی۔

وہ ڈانڈیا کھیلنے کے بعد اپنی سہیلیوں کے ساتھ میلہ

دیکھنے چل پڑی۔ وہ بھی بے اختیار اس کے پیچھے چل پڑا۔ مردوں‘ عورتوں‘ بچوں اور بوڑھوں کے ہجوم میں کبھی اس کے پیچھے چلتا تھا کبھی دائیں بائیں ہو جاتا تھا اور کبھی آگے آ کر اسے دیکھتا تھا۔ وہ ہر زاویے سے اُس کے ذہن میں نقش ہو رہی تھی۔

وہ اُس سے بے خبر تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ ہنسنے بولنے میں مصروف تھی۔ کیا جانتی تھی کہ ہزاروں اور لاکھوں کے ہجوم میں ایک دیوانہ اس کے آگے پیچھے بکھرتا جا رہا ہے۔ فرش کی طرح بچھتا جا رہا ہے۔

وہ چوڑیوں کی ایک دکان پر رُک گئی۔ اپنی سہیلیوں کے ساتھ چوڑیاں پسند کرنے لگی۔ ایک سہیلی نے کہا۔ ”انجلی....! یہ لال پیلی چوڑیاں تمہاری کلائیوں میں سجیں گی۔“

آزر شیرازی کو معلوم ہوا کہ اُس البیلی چھیل چھبیلی کا نام انجلی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”نہیں‘ میری چولی اور گھاگرے میں سات رنگ ہیں۔ میں ست رنگی چوڑیاں پہنوں گی۔“

وہ کچھ اور قریب آ گیا۔ دھانی رنگ کی چوڑیاں اٹھا کر اس کے رو برو آ کر بولا۔ ”تم گل ہو۔ اپنے بدن پر گلستاں کے رنگ نہ بکھیرو۔ کہیں تو سادگی لاؤ۔ دھانی رنگ کی اوڑھنی پر یہ دھانی چوڑیاں خوب سجیں گی۔“

وہ اچانک ایک اجنبی کو اپنے رو برو دیکھ کر گھبرا سی گئی۔ ذرا پیچھے ہٹ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی۔ وہ قد آور صحت مند ایرانی جوان سپنوں کے راجکمار کی طرح اچانک ہی سامنے آ گیا تھا۔ وہ فوراً ہی کچھ بول نہ سکی۔ بے یقینی سے سوچنے لگی۔ ”کیا وہ آ گیا ہے؟ جو جاگتی آنکھوں کے خوابوں میں چندرما کے رتھ پر سوار ہو کر آتا ہے اور پھر دل کی دھڑکنوں کو اُتھل پتھل کر کے چلا جاتا ہے؟“

انجلی کو یوں لگا جیسے راجکمار نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا ہے اور اپنے وجود کا یقین دلا رہا ہے کہ کوئی سپنا نہیں ہے۔ وہ آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ ”مجھے یقین کرنے دو اگر سپنا نہیں ہے تو پھر یہ اپنا ہے۔“

جوتش وِدّیا نے اسے بتایا تھا کہ اس کے جیون میں کوئی دیسی نہیں‘ پردیسی آئے گا۔ وہ کبھی اس سے کترائے گی اور کبھی اس کی طرف کھنچی چلی جائے گی۔

وہ جیسے خیالوں سے چونک گئی۔ اپنا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ ”کون ہو تم....؟ میں تمہاری چوڑیاں سویکار نہیں کروں گی۔“

اس کی سہیلیاں ہنسنے لگیں۔ وہ انہیں آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔ ”کیوں ہنس رہی ہو؟“

ایک سہیلی نے کہا۔ ”اس نے چوڑیاں پہنائیں اور تم نے پہن لیں۔ اب نخرے کیوں دکھا رہی ہو؟“

اس نے چونک کر اپنی بائیں کلائی کو دیکھا۔ گورے بدن پر دھانی رنگ کی چوڑیاں سج رہی تھیں۔ انجلی حیران رہ گئی۔ پتا ہی نہ چلا کہ وہ چوڑیاں کس چور راستے سے چلی آئیں؟ وہ جھنجلا کر انہیں ایک جھٹکے سے اتارنا چاہتی تھی۔ وہ بولا۔ ”خدارا... ایسا نہ کرو۔ یہ ٹوٹیں گی تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور دل توڑنا مندر توڑنے کے برابر ہوتا ہے۔“

مندر کے حوالے سے اس کا ہاتھ رُک گیا۔ وہ بولا۔ ”میری یہ حرکت تمہارے مزاج کے خلاف ہے۔ تب بھی انہیں کلائی میں رہنے دو۔ میں چلا جاتا ہوں۔“

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ اس کے سپنے کہہ رہے تھے کہ راجکمار دستور کے مطابق آنے کے بعد جا رہا ہے۔ اس نے سہیلیوں کو دیکھا پھر جانے والے کی طرف دیکھنا چاہا تو وہ بھیڑ میں گم ہو چکا تھا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے سہیلیوں سے پوچھا۔ ”کون تھا وہ...؟ کہاں سے آیا تھا؟“

ایک سہیلی نے کہا۔ ”بھاگ کی ریکھا پر چل کر آیا تھا۔“

دوسری سہیلی نے کہا۔ ”جوتش مہاراج کے پاس چلو۔ وہ بتائیں گے کہ تمہاری ہتھیلی کی ریکھا پر یہ پھر سے آئے گا یا نہیں...؟“

وہ آگے بڑھ گئی۔ اس کے قدم جہاں بھی جا رہے تھے۔ نگاہیں وہیں اُسے ڈھونڈ رہی تھیں۔ آزر شیرازی ہجوم میں چھُپ چھُپ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ انجلی کی متلاشی نگاہیں صاف صاف کہہ رہی تھیں‘ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی.........

وہ بہت دیر تک اسے ڈھونڈتی ہوئی‘ بہت دور تک چلتی ہوئی ایک شاہی خیمے میں چلی گئی۔ آس پاس اور کئی خیمے تھے۔ اُن سب کے آگے پیچھے مسلح سپاہی دکھائی دے رہے تھے۔

آزر شیرازی نے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ وہ راج تِلک راٹھور کی سب سے چھوٹی بہن ہے۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر کا جو لشکر آگرہ میں تھا۔ راج تِلک راٹھور اس لشکر میں گھڑ سوار فوجیوں کا سپہ سالار تھا۔ وہ خود وہاں نہیں آیا تھا لیکن اس کی بہنیں‘ ماتا‘ پتا اور دوسرے رشتے دار میلہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ انجلی کے ساتھ جو سہیلیاں تھیں وہ دراصل اس کی داسیاں تھیں۔ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد ایک داسی نے آ کر کہا۔ ”ہائے رام....! ہمارے سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا ہے۔ وہ تمہارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔“

انجلی نے پریشان ہو کر کچھ سوچا پھر داسی سے کہا۔ ”جاؤ۔ داروغہ کو بلا کر لاؤ۔“

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد داروغہ نے آکر سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ''سیوک حاضر ہے۔''

انجلی نے پوچھا۔ ''جسے گرفتار کیا گیا ہے' وہ کون ہے؟''

داروغہ نے کہا۔ ''اس کا نام آزر شیرازی ہے۔ ایران کا رہنے والا ہے۔ حسین مورتیاں تراشتا ہے۔ دہلی جا کر اپنی قسمت آزمانا چاہتا ہے۔ یہاں نتھو کمہار نے مٹی کے برتنوں کی بہت بڑی دکان لگا رکھی ہے۔ وہ نتھو کمہار کے ساتھ رہتا اور کھاتا پیتا ہے۔ وہیں مٹی کے کھلونے بنا کر فروخت کرتا ہے۔''

انجلی نے کہا۔ ''اسے گرفتار نہ کیا جائے۔ چھوڑ دیا جائے۔''

اسے چھوڑ دیا گیا۔ وہ نتھو کمہار کے پاس آیا تو اس نے پوچھا۔ ''کہاں گھومتے پھر رہے ہو؟ کیا آج کام نہیں کرو گے؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر گوندھی ہوئی مٹی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''اب میں کسی کام کا نہیں رہا۔ میں کھلونے نہیں .....کچھ اور بناؤں گا۔''

نتھو کمہار نے پریشان ہو کر کہا۔ ''ایسا نہ کہو۔ تمہارے بنائے ہوئے کھلونے ہاتھوں ہاتھ بکتے رہتے ہیں۔ بڑا منافع ہو رہا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے' ابھی کچھ نہیں کر سکوں گا۔ مجھ سے باتیں بھی نہ کرو۔ میں کسی اور دنیا میں گم ہو چکا ہوں۔''

وہ مٹی میں سوکھی کٹی ہوئی گھاس اور بھوسی ملا کر ایک مورتی بنانے لگا۔ ایسے وقت اس کے آس پاس کی دنیا گم ہو چکی تھی۔ صرف وہ مسکرا رہی تھی۔ رقص کرنے کے انداز میں بڑی اداؤں سے آ رہی تھی۔ کبھی تبسم کے پھول کھلا رہی تھی اور کبھی ڈانڈیا کھیل رہی تھی۔ تمام رات اس کے آس پاس مشعلیں جلتی رہیں اور وہ غیر معمولی یادداشت کے سہارے اُسے مٹی کی مورت میں ڈھالتا رہا۔

دوسری صبح نتھو کمہار کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم اب تک کام سے لگے ہوئے ہو؟ رات کو کچھ نہیں کھایا۔ اب تک جاگ رہے ہو۔ آخر کیا بنا رہے ہو؟''

اس نے قریب آ کر مورتی کو دیکھا تو ایکدم سے حیران ہو کر کہا۔ ''ہے راما..... ہے کرشنا...! اتنی سُندر مورتی تو میں نے اپنے جیون میں کبھی نہیں دیکھی۔ ہائے.....! کیسے من کو لُبھانے والے انداز میں ڈانڈیا کھیل رہی ہے؟ ماں قسم۔ اس کے تو اتنے دام ملیں گے کہ تمہارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔''

وہ مورتی کو بڑے جذبے سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں نے اسے بیچنے کے لیے نہیں۔ اپنے دل و دماغ کو سینچنے کے لیے بنایا ہے۔''

باہر ایک بڑا سا گڑھا کھودا گیا تھا۔ اس میں مٹی کے برتن اور کھلونے پکانے کے لیے آگ جلتی رہتی تھی۔ اُس نے مورتی کو اس آوے میں پکنے کے لیے چھوڑ دیا۔

نتھو کمہار نے کہا۔ ''میلے میں بڑے دھن وان آئے ہوئے ہیں۔ شاہی دربار کے مالدار لوگ بھی ہیں۔ وہ اس مورتی کے ہزاروں ٹکے دیں گے۔ تم تو مالا مال ہو جاؤ گے۔ مجھے بھی کچھ دے دینا۔ میرا بھلا ہو جائے گا۔''

''میں بھی مال و دولت کمانے کے لیے یہاں آیا ہوں مگر یہ کہہ چکا ہوں کہ اسے بیچنے کے لیے نہیں۔ اسے دیکھ دیکھ کر جینے کے لیے بنایا ہے۔''

''چلو یہ نہ سہی' ایسی ہی دوسری بنا دو۔''

وہ خلا میں تکتے ہوئے اس انجلی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''نہ جانے تیری کتنی ادائیں میرے اندر نقش ہو گئی ہیں۔ میں تو ہر ادا سے' ہر زاویے سے تجھے تراشتا رہوں گا۔''

نتھو کمہار نے پوچھا۔ ''یہ تم کس سے بول رہے ہو؟''

''تم نہیں سمجھو گے۔''

''تمہارے جیسے کلاکار پاگل دیوانے ہوتے ہیں۔ چلو اٹھو! کچھ کھا پی کر آرام سے سو جاؤ۔''

وہ آوے میں پکنے والی مورتی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''نہ جانے لوگ کیسے کھاتے ہیں؟ کیسے سوتے ہیں؟ میں تو سب کچھ بھول چکا ہوں۔''

اُدھر انجلی رات گئے تک جاگتی رہی۔ کروٹیں بدلتی رہی۔ یہ سن کر پریشانی بڑھ گئی تھی کہ سپنوں کا وہ راجکمار مسلمان ہے۔ وہ اسے اپنے دل و دماغ سے نوچ کر پھینک دینے کی کوششیں کر رہی تھی۔ جولا حاصل تھا۔ اس کے لیے سوچنا کیا؟ اس کے ماتا' پتا اور سپہ سالار بھائی کبھی اپنی بیٹی اور بہن کو ایک مسلمان کے حوالے نہ کرتے۔

یہی سب سوچتے ہوئے وہ قد آور صحت مند راجکمار اچانک ہی اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح' جیسے اس نے اچانک چوڑیوں کی دکان کے سامنے آ کر اسے چونکا دیا تھا۔ اس کا عجب حال ..... جب بھی وہ اسے ذہن سے نکالنے کے متعلق سوچتی' وہ دل میں آ کر بیٹھ جاتا تھا۔

وہ زیر لب بڑبڑانے لگی۔ ''میں کیوں اس کے لیے باؤلی ہو رہی ہوں؟ اچھا ہوا' میرے سپاہیوں نے اسے پکڑ

لیا۔ دھمکیاں دیں۔ اب وہ خوفزدہ ہوگا۔ خود ہی میرے سامنے نہیں آئے گا تو میرے اندر کی یہ بے چینی بھی کم ہوتی رہے گی۔''

وہ دوسرے دن دیر تک سوتی رہی۔ میلے میں یہی ہوتا ہے۔ لوگ راتوں کو جشن مناتے ہیں اور دن کو دیر تک سوتے رہتے ہیں لیکن اس دیوانے کی آنکھوں سے نیند اڑی ہوئی تھی۔ اس نے انجلی کے مجسمے کو آوے سے نکالا تو وہ آگ میں پک کر مضبوط ہو گیا تھا پھر وہ اس پر رنگ چڑھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ جیسا اس کا گورا گورا گلابی بدن تھا اور چہرے پر حیا کی لالی تھی۔ ویسے ہی رنگ چڑھاتا چلا گیا۔ اس کے نقوش ابھارتا چلا گیا۔ چولی' گھاگرے اور اوڑھنی پر قوسِ قزح کے ساتوں رنگ نکھارتے وقت دل دھڑکتا جا رہا تھا۔ کشش بڑھتی جا رہی تھی۔ کانوں میں اس کی سرگوشی سنائی دے رہی تھی۔ ''جب میں جیتی جاگتی سانسیں لیتی ہوئی تمہارے پاس آ سکتی ہوں تو ایک بے جان مجسمے سے کیوں بہل رہے ہو؟''

جب وہ مجسمہ مکمل ہوا تو یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ سچ مچ سامنے آ کر ڈانڈیا کھیل رہی ہو۔ وہ اسے سامنے رکھ کر بستر پر لیٹ گیا اور دیکھتا رہا۔ دیکھتا ہی رہا..... پھر شام ہوتے ہوتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ میلے میں دن کو سناٹا رہتا تھا۔ شام ہوتے ہی چہل پہل شروع ہو جاتی تھی۔ انجلی پھر اپنی داسیوں کے ساتھ تفریح کے لیے نکلی تو دل اُس مسلمان پر اٹکا ہوا تھا۔ وہاں کے رنگا رنگ دلچسپ تماشے اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کر رہے تھے۔ نگاہیں اسی کی جستجو میں بھٹک رہی تھیں۔

وہ اپنی داسیوں سے سہیلیوں جیسا سلوک کرتی تھی۔ اُن سے بھی کہتی تھی کہ وہ بے تکلفی سے باتیں کیا کریں۔ اس نے پوچھا۔ ''وہ کہاں ہے؟ کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے؟''

ایک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم نے اس کا نام نہیں لیا ہے مگر ہم سب جانتی ہیں' تمہارا من میلے میں نہیں لگ رہا ہے۔ تمہارے پاؤں اسی کی طرف جا رہے ہیں مگر وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔''

دوسری نے بھی کہا۔ ''اس کے لیے زیادہ بھٹکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ وہاں ملے گا' جہاں مٹی کے برتن اور کھلونے ملتے ہیں۔''

انجلی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''ہائے دیا.....! میں یہ کیسے بھول گئی کہ وہ نتھو کمہار کے ساتھ رہتا ہے؟ ابھی وہاں چلو۔''

وہ سب اُدھر جانے لگیں۔ راستے میں مردوں اور عورتوں کی بہت بھیڑ تھی۔ ایک اونچے سے چبوترے پر کئی

پنڈت اور کئی ملا بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک پنڈت کھڑا ہو کر تقریر کر رہا تھا۔ بہ الفاظ دیگر بادشاہ وقت جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کا پرچار کر رہا تھا۔ وہ تمام زرخرید عالم اور پنڈت دربار شاہی سے تنخواہ پاتے تھے۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں جا کر اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا پرچار کرتے رہتے تھے۔

ایک پنڈت کہہ رہا تھا۔ ''ہمارے شہنشاہ جلال الدین سب کے جگت گرو ہیں۔ وہ ہم کو اور تم سب کو تین وقت کی روٹیاں دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں' مسلمان اپنے دین کی دیوار کھڑی نہ کریں اور ہندو اپنے دھرم کی ریکھا کھینچ کر مسلمانوں سے الگ نہ ہوں۔ اس لیے ہمارے جگت گرو ہمارے جگت مہاراج ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کرنے کے لیے ایک نیا دین الٰہی لائے ہیں۔''

ایک زرخرید عالم نے کہا۔ ''ہمارے شہنشاہ خلیفتہ الارض ہیں۔ وہ ہمیں سزا بھی دیتے ہیں اور جزا بھی دیتے ہیں۔ ان ہی کے دم قدم سے ہمیں تین وقت کا کھانا ملتا ہے اور آرام کی نیند میسر ہے۔ لوگو.....! اپنی عقل سے سوچو۔ کیا ہمارا جگت گرو اَن داتا نہیں ہے؟ کیا اُسے پورے ہندوستان کے لوگوں کی موت اور زندگی کا اختیار حاصل نہیں ہے؟''

بھیڑ میں کھڑے ہوئے زرخرید حواری بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔ ''بے' بادشاہ ہمارا اَن داتا ہے۔ ہماری زندگی اور موت جگت گرو کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ چاہے تو ہمیں کسی وقت بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ اور چاہے تو ہمیں ایک لمبی عمر عطا کر سکتا ہے۔''

ایک شخص نے چبوترے پر آ کر کہا۔ ''میری ماؤ، بہنو بھائیو اور بزرگو...! میں کئی برسوں سے بے روزگار تھا۔ میری بیوی بچے کبھی ایک وقت کھاتے تھے۔ اور کبھی تمام دن فاقے کرتے تھے اور بھوکے ہی سو جاتے تھے۔ جب میں نے اور میری بیوی نے دین الٰہی کو قبول کیا تو جگت گرو کے حکم سے مجھے بہت اچھی ملازمت مل گئی۔ اب ہم اچھا کھاتے ہیں۔ اچھا پہنتے ہیں۔ ہمارے بچے بیمار نہیں رہتے۔ یہ دن رات کی خوشیاں ہمیں جگت گرو نے دی ہیں۔''

ایک عمر رسیدہ عورت نے چبوترے پر آ کر کہا۔ ''میری بہنو، بھائیو اور سجنو...! میری پانچ جوان بیٹیاں تھیں۔ کہیں سے کوئی رشتہ نہیں آتا تھا اور جو آتے تھے۔ وہ ہماری بیٹیوں میں عیب نکال کر چلے جاتے تھے۔ جب میں نے اور میری پانچوں بیٹیوں نے دین الٰہی کو سویکار کیا تو ہمارے دن پھر گئے۔ جگت گرو کے حکم سے میری پانچوں بیٹیوں کے رشتے آئے۔ شاہی خزانے سے اتنی دولت ملی کہ میں نے بیٹیوں کو بھر بھر کے جہیز دیے۔ میری کوئی بیٹی ہندو سے' کوئی کسی سکھ سے اور کوئی کسی مسلمان سے بیاہی گئی۔ جگت گرو کے دین الٰہی میں کسی بھی دین اور دھرم کا فرق نہیں ہے۔ ہندو' مسلمان اور سکھ سب ہی ایک ہیں۔ ہمارے درمیان ذات پات کا کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے۔''

پنڈت اپنے طور پر پرچار کر رہے تھے۔ زرخرید عالم حضرات اپنے طور پر تبلیغی فرائض ادا کر رہے تھے۔ جن عورتوں اور مردوں کو دین الٰہی میں شامل ہونے سے فائدے حاصل ہوئے تھے۔ وہ بھی عوام کے سامنے آ کر مہابلی جلال الدین اکبر کے گن گا رہے تھے اور اُسے اپنا جگت گرو مان رہے تھے۔

ہزاروں' لاکھوں افراد کو نئے دین کی طرف مائل کرنا۔ اپنے آباد اجداد کے دین سے اور دھرم سے پھیر دینا تقریباً ناممکن ہوتا ہے لیکن جلال الدین اکبر نے اپنی دولت اور طاقت کے ذریعے اسے ممکن بنا دیا تھا۔

انسان کیا چاہتا ہے.....؟

تین وقت کی روٹیاں' اپنے بچوں کا مکمل تحفظ' جوان بیٹیوں کی شادیاں اور دن رات کا سکھ چین.... یہ سب کچھ جلال الدین اکبر انہیں مہیا کر رہا تھا پھر لوگ کیوں نہ اس کے دین کی طرف کھنچے جاتے اور اسے قبول کرتے رہتے؟

جو کٹر پنڈت تھے اور جو خوف خدا رکھنے والے' بادشاہِ وقت سے نہ ڈرنے والے عالم حضرات تھے۔ وہ دین الٰہی کے خلاف آوازیں اٹھا رہے تھے لیکن ان کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز بن گئی تھی۔ جو دین الٰہی کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے عوام کے سامنے آتا تھا۔ اُسے مجرم گردانا جاتا تھا۔ سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ سزائے موت بھی دے دی جاتی تھی۔

مہابلی اکبر کہتا تھا۔ ''ہم یہ نہیں چاہتے کہ جبراً ہمارا دین الٰہی قبول کیا جائے اور یہ بھی نہیں چاہتے کہ دین الٰہی کے خلاف آواز اٹھائی جائے اگر تم ہندو ہو تو ہندو رہو۔ مسلمان ہو تو مسلمان رہو۔ ایک نیا دین لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دوسرے تمام مذاہب کی مخالفت کر رہے ہیں یا اُن سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ نہ ہم تمہارے دین دھرم پر تنقید کرتے ہیں' نہ ہمارے دین الٰہی پر تنقید کی جائے۔''

بے شمار زرخرید پنڈت اور زرخرید عالم حضرات ہندوستان کے گوشے گوشے میں جاتے تھے۔ دین الٰہی کا پرچار کرتے تھے۔ ہزاروں کا مجمع لگا کر مہابلی اکبر کا فرمان سناتے تھے اور وہ فرمان یہ تھا۔

"لوگو....! جب تم ایک دوسرے کے رو برو آؤ۔ تو سلام میں پہل کرنے والا اللہ اکبر کہے اور دوسرا جواب میں جل جلالہٗ کہے۔"

لوگو....! کہا جاتا ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب اُمّی (اَن پڑھ) تھے۔ ہم بھی اُمّی ہیں۔ اے حق کے ماننے والو....! ہمارے دین میں گوشت خوری حرام ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ انسان اپنے معدے کو جانوروں کا قبرستان بنالے۔

دوسرے دین اور دھرم میں کہا جاتا ہے کہ خدا یا بھگوان کی مرضی نہ ہونے کے باوجود شیطان انسانوں کو گمراہ کر دیتا ہے تو گویا ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ شیطان بھی خدا کے برابر کوئی قوت ہے۔ جو اپنی مرضی سے انسان کو ورغلاتا رہتا ہے۔ ہماری عقل کہتی ہے' انسان خود اپنے اندر ایک شیطان ہے۔ خود کو کبھی گمراہ کرتا ہے اور کبھی راہِ راست پر لے آتا ہے۔

"اے لوگو...! جس طرح جسم بیمار پڑتا ہے۔ اسی طرح عقل بھی بیمار پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا ہم اس کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے یہ دینِ الٰہی لائے ہیں۔"

اس میلے میں بھی پنڈت اور عالم حضرات مہابلی اکبر کا یہ فرمان پڑھ کر سنا رہے تھے۔ انجلی اپنی داسیوں کے ساتھ اس بھیڑ سے گزرتی جارہی تھی۔ اسے مہابلی کے فرمان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا بھائی راج تِلک راٹھور اکبر کے لشکر میں امیرِ تُوک تھا۔ جب اس نے اور اس کے تمام گھر والوں نے دینِ الٰہی قبول کرلیا تو اسے ترقی دی گئی۔ لشکر میں گھڑسواروں کی فوج کا سپہ سالار بنادیا گیا۔

وہ اس بھیڑ سے گزر کر کچھ دور چلنے کے بعد نتھو کمہار کی بڑی سی دکان میں پہنچ گئی۔ وہاں دور تک مٹی کے برتن اور کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ وہ اور اس کی داسیاں بڑی دلچسپی سے ان کھلونوں کو دیکھنے لگیں۔ انجلی یہ جانتی تھی کہ اسی ایرانی مسلمان نے وہ کھلونے بنائے ہیں۔

پھر اس نے انجان بن کر نتھو کمہار سے کہا۔ "ایسے خوبصورت کھلونے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ یہ کون بناتا ہے؟ کہاں سے لاتے ہو؟"

جب سے وہ نتھو کمہار کے سامنے آئی تھی۔ وہ ایک طرف چُپ چاپ کھڑا حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ آزر شیرازی نے ہو بہو اسی صورت شکل کی مورتی بنائی تھی۔ وہ بولا۔ "ایک ایرانی سنگ تراش ہے۔ وہی یہ سب کچھ بناتا ہے اور یہاں میرے ساتھ رہتا ہے۔"

انجلی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں ہے وہ....؟ مجھے تو نظر نہیں آرہا ہے؟"

نتھو کمہار نے کہا۔ "کل شام وہ میرے پاس آیا تو کھویا کھویا سا تھا۔ مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس وہاں بیٹھ کر ایک مورتی بنانے لگا۔ اس پر عجیب دیوانگی طاری تھی۔ کل رات سے اس نے نہ کچھ کھایا' نہ پلک جھپکائی۔ بس مورتی بناتا رہا۔ کیا بتاؤں' وہ کیسی خوبصورت مورتی ہے؟ میں چالیس برس کا ہوں۔ میں نے اتنی لمبی عمر میں ایسی سُندر مورتی بناتے کسی کو نہیں دیکھا۔"

انجلی نے پوچھا۔ "کہاں ہے وہ مورتی...؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں' اس چھپر کے نیچے ہے۔ وہ دیوانہ کاریگر کل رات سے جاگ رہا تھا۔ اب گہری نیند سو رہا ہے۔"

نتھو کمہار نے سرکنڈوں کی چار دیواری سے ایک عارضی جھونپڑی بنائی تھی۔ انجلی اس جھونپڑی کے اندر آ گئی۔ آزر شیرازی ایک چارپائی پر گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی دل اُس کی طرف کھنچنے لگا۔ وہ دھیرے دھیرے ایک ایک قدم بڑھا کر اس کے قریب جانے لگی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اسے جی بھر کر دیکھنے کا اچھا موقع تھا اور وہ دیکھتی جارہی تھی پھر ایک داسی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ حیرت سے ہلکی سی چیخ مار کر بولی۔ "انجلی....! یہ تو تم ہو۔"

اس نے داسی کی طرف دیکھا پھر اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے اس مورتی پر نظر گئی تو ایکدم سے چونک گئی۔ ایسا لگا' جیسے وہ اپنے ہی سامنے کھڑی ڈانڈیا کھیل رہی ہو۔

وہ شدید حیرانی سے اپنی مورتی کو دیکھ رہی تھی۔ وہی رنگ روپ تھا۔ وہی ناک نقشہ تھا۔ لباس کے سات رنگ بالکل اُسی طرح تھے۔ وہ کبھی اپنی مورتی کو اور کبھی اس خوابیدہ فنکار کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس سے مُتاثر ہو رہی تھی۔ اس نے ایک ہی رات میں اسے حُسن کا شاہکار بنادیا تھا۔

وہ مورتی کے قریب آ کر اسے انگلیوں سے چھونے لگی۔ یقین کرنے لگی کہ وہ اسی کی مورتی ہے۔ اس کی طرح زندہ نہیں ہے مگر زندگی سے بھرپور لگ رہی ہے۔ اس نے اسے اٹھا کر سینے سے لگالیا پھر اسی طرح' اسے اٹھائے ہوئے جھونپڑی سے باہر آئی تو نتھو کمہار پریشان ہو کر بولا۔ "آپ اسے کیوں لے آئیں؟ یہ بیچنے کے لیے نہیں ہے۔ اس کاریگر کو اس کے ہزاروں ٹکے مل سکتے ہیں لیکن وہ دیوانہ اسے بیچنے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "وہ اسے بیچنا کیوں نہیں چاہتا؟"

نتھو کمہار نے کہا۔ "وہ کہتا ہے' اس نے اسے بیچنے کے لیے نہیں بلکہ دیکھ دیکھ کر جینے کے لیے تراشا ہے۔"

وہ اس کی باتیں سُن رہی تھی اور دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا۔ "وہ تو میرا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس نے پیار کی انتہا کردی ہے۔ ایک ہی رات میں ہو بہو میرا مجسمہ تراشا ہے۔"

پھر وہ اپنی مورتی کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ "ہماری ملاقات تو بہت ہی مختصر سی تھی۔ وہ چوڑیوں کی دکان پر ہوا کے جھونکے کی طرح آیا اور گزر گیا۔ یا حیرت.....! اُس لمحاتی ملاقات میں اُس نے میرے چہرے کا ایک ایک نقش اور بدن کے نشیب و فراز کا تمام جغرافیہ یاد کرلیا ہے؟ کیسا ہے یہ دیوانہ....؟"

نتھو کمہار نے کہا۔ "اسے لے جانا چاہتی ہیں تو اُسے جگائیں۔ وہ راضی ہو جائے تو قیمت ادا کرکے لے جائیں۔"

انجلی نے پوچھا۔ "کیا تمہیں یہ نہیں لگتا کہ یہ میری مورتی ہے؟"

وہ بولا۔ "میں نے تو آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ وہ آپ کا دیوانہ ہے۔ اس نے آپ کی ہی مورتی بنائی ہے۔"

"تو پھر اسے میں لے جا سکتی ہوں۔ کیونکہ یہ میں ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "بھگوان کے لیے مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ پہلے اسے جگائیں۔"

"میں چاہتی ہوں' وہ نیند پوری کرلے۔ کیونکہ میرے لیے جاگتا رہا ہے۔"

اس نے اپنی مورتی ایک داسی کے ہاتھوں میں دی پھر دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے تالی بجائی۔ دوسرے ہی لمحے میں دو مسلح سپاہی دوڑتے ہوئے چلے آئے۔ نتھو کمہار انہیں دیکھتے ہی سہم گیا۔

وہ بولی۔ "ڈرو مت' میں سپہ سالار راج تِلک راٹھور کی چھوٹی بہن ہوں۔ اسے کہہ دینا' جو چیز میری تھی اسے میں لے گئی ہوں۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ مورتی لی۔ اسے اپنے سینے سے لگایا پھر بڑے شاہانہ انداز سے چلتی ہوئی نتھو کمہار کے سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ وہ بیچارہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

جب وہ اپنے خیمے میں آئی تو ماتا پتا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ باپ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے آج بڑی جلدی واپس چلی آئیں؟ میلہ نہیں دیکھنا ہے؟"

ماں نے پوچھا۔ "کیا میلے سے دل اُچاٹ ہوگیا ہے؟"

وہ دل ہی دل میں بولی۔ "یہ میلہ تو کیا' ساری دنیا اس کے بغیر اچھی نہیں لگ رہی ہے۔ اس دیوانے نے مجھے ایسا اُلجھایا ہے کہ وہی سلجھائے گا تو سُلجھ پاؤں گی۔"

اس نے مورتی کو اپنی اوڑھنی سے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ اسے ایک اونچے سے صندوق پر رکھ کر بے نقاب کرتے ہوئے بولی۔ "آپ بوجھیں' یہ کون ہے؟"

ماتا پتا نے بڑے اچنبھے سے مورتی کو دیکھا۔ ان کے سامنے دوسری انجلی بالکل وہی لباس پہنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک سنگ تراش نے اتنی ہنرمندی سے وہ مورتی بنائی تھی کہ بدن کے کتنے ہی زاویے رقص کناں ہو گئے تھے۔ ڈانڈیا کھیلتے وقت جو مستی اور سرشاری چہرے سے عیاں ہوتی ہے۔ وہی تمام جذبات پکارتی ہوئی آنکھوں پر اور لبوں کی مُسکان پر تھے۔

باپ نے بے اختیار کہا۔ "واہ واہ... سنگ تراش نے تو کمال کا ہنر دکھایا ہے؟"

ماں نے پوچھا۔ "یہ کہاں سے بنوائی ہے؟ کس نے بنائی ہے؟"

"یہاں میلے میں ایک ایرانی جوان آیا ہوا ہے۔ اسی نے مجھے مٹی کی مورت بنادیا ہے۔ اتنی سُندر بنادیا ہے' جتنی میں نہیں ہوں۔"

باپ نے کہا۔ "تم روز میلہ دیکھنے جاتی ہو۔ اس کے سامنے ڈانڈیا کھیلنے کے انداز میں کھڑی رہتی ہوگی اور وہ تمہیں دیکھ دیکھ کر مورتی بناتا چلا گیا ہوگا۔"

"نہیں پتا جی....! وہ صرف دو گھڑی کے لیے میرے سامنے آیا تھا پھر مجھے دیکھ کر چلا گیا تھا۔ جو سپاہی پورے میلے میں میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اُن سے پوچھ لیں' میں کبھی اس کے پاس اپنی مورتی بنوانے نہیں گئی۔"

ماں نے کہا۔ "سپاہی کہیں گے' تب بھی یہ بات ہماری بدھی میں نہیں آئے گی کہ کسی نے صرف دو گھڑی دیکھا اور تمہیں ہو بہو ویسا ہی بنادیا۔"

وہ بولی۔ "ماتا جی....! کیا آپ نہیں جانتیں' یہ کلاکار کتنی گہری نظر رکھتے ہیں؟ جو سُندرتا ان کے من کو بھا جاتی ہے۔ وہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی اس کی پوری تصویر اپنے اندر اُتار لیتے ہیں؟"

ماں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم اس کلاکار کے من کو بھا گئی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''اب میں کیا کہہ سکتی ہوں؟''

ماں باپ نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر باپ نے پوچھا۔ ''کیا وہ ہماری طرح راجپوت ہے؟''

''نہیں' میں نے ابھی کہا ناں' وہ ایک ایرانی جوان ہے اور ایران میں کوئی راجپوت نہیں ہوتا۔''

''اس کا مطلب ہے' وہ مسلمان ہے؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''مسلمان ہے۔ یہاں نتھو کمہار کی جھونپڑی میں رہتا ہے۔ اسے بڑے خوبصورت کھلونے بنا کر دیتا ہے اور وہ کھلونے ہاتھوں ہاتھ بکتے رہتے ہیں۔''

باپ نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''تم اس کے بارے میں بہت زیادہ جانکاری رکھتی ہو۔''

ماں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ ''سچ بتاؤ' تمہارے من میں کیا ہے؟''

وہ شرماتے ہوئے نظریں چراتے ہوئے بولی۔ ''میں' میں کیا بتاؤں؟ وہ مسلمان ہے.... اس کے آگے کچھ کہنے کو نہیں رہ جاتا۔''

باپ نے سخت لہجے میں کہا۔ ''اور اس کے آگے کوئی بات نہ بڑھے تو اچھا ہے۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنی مورتی کے پاس آئی پھر بولی۔ ''پتا جی....! ہم سب نے دین الٰہی کو مان لیا ہے اور مہابلی کو اپنا جگت گرو کہتے ہیں۔''

ماں نے کہا۔ ''ہاں' کہتے ہیں.... تو پھر؟''

وہ بولی۔ ''جگت گرو کا حکم ہے' ہم اپنے بیچ دین دھرم کو نہ لائیں اور ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ مل جل کر رہا کریں۔''

''یہ بات جگت گرو تک رہنے دو۔ وہ بادشاہ سلامت ہیں۔ انہوں نے راجپوت خاندان میں شادی کی ہے اور ان راجپوتوں نے اپنی بیٹی انہیں دے دی ہے مگر ہم کسی مسلمان سے سمبندھ نہیں رکھنا چاہتے۔''

باپ نے کہا۔ ''یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لو کہ ہم نے جگت گرو کو خوش رکھنے کے لیے اس کے دین الٰہی کو مان لیا ہے۔ ایسا کرنے سے ہمارے بیٹے کی' تمہارے بھائی کی ترقی ہوگئی ہے۔ اسے فوج کے ایک حصے کا سپہ سالار بنا دیا گیا ہے۔''

ماں نے کہا۔ ''یہ بات بڑی چنتا میں ڈالنے والی ہے کہ کتنے ہی ہندو مسلمان لڑکے لڑکیاں آپس میں شادیاں کر رہے ہیں اور انہیں جگت گرو کا آشیرواد حاصل ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح تو ہمارا دھرم نشٹ ہو رہا ہے۔''

''دوسرے ایسا کرتے ہیں تو کرنے دو۔ ہم اپنے دھرم کو نشٹ نہیں ہونے دیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ کبھی ہماری بیٹی کسی مسلمان کے پاس جا سکتی ہے۔''

انجلی اپنی مورتی اٹھا کر دوسرے خیمے میں جانا چاہتی تھی۔ باپ نے کہا۔ ''اسے یہیں رہنے دو۔ میں اُس کلاکار سے مل کر اِس کے دام چکاؤں گا۔''

''وہ لاکھوں کروڑوں بھی نہیں لے گا۔''

انجلی یہ کہتی ہوئی خیمے سے باہر چلی گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھا پھر ماں نے کہا۔ ''میں اس کی ماں ہوں۔ اس کے اندر کی بات کو سمجھ رہی ہوں۔ یہ نادان ہے۔ اس کی طرف جھکی ہوئی ہے۔''

انہوں نے داروغہ کو بلا کر حکم دیا۔ ''ہماری بیٹی پر کڑی نظر رکھو۔ کسی بھی انجانے آدمی کو اس سے ملنے نہ دو۔ کوئی زبردستی ملنا چاہے تو اسے پکڑ کر یہاں لے آؤ۔''

انجلی دوسرے خیمے میں آ کر سوچنے لگی۔ ''ماتا جی اور پتا جی ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ وہ بانکا جوان ہوا تو کیا ہوا؟ ہمارے راجپوت بھی کڑیل جوان ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کسی راجپوت کا رشتہ آئے گا تو میں اس مسلمان کو بھول جاؤں گی۔''

دماغ جو سوچتا ہے' دل اسے نہیں مانتا۔ وہ رات بھر بے چین رہی۔ کروٹیں بدلتی رہی اور پھر دوسرے دن دیر تک سوتی رہی۔ جب شام کو داسیوں کے ساتھ میلہ دیکھنے نکلی تو ایک داسی نے چپکے سے کہا۔ ''آج تمہاری سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ تمہارے پتا جی کا حکم ہے کہ کوئی انجانا آدمی تمہارے سامنے آئے اور نہ ہی تم سے بات کرے۔''

اس نے کہا۔ ''میں بہت الجھن میں ہوں۔ اسے اپنے دل و دماغ سے نکال دینا چاہتی ہوں مگر وہ تو آسن جما کر بیٹھ گیا ہے۔ نکلنا ہی نہیں چاہتا۔ میں تم سب کو داسیاں نہیں' سکھیاں سمجھتی ہوں۔ مجھ سے کوئی ایسی بات بولو کہ من کو شانتی ملے۔''

ایک داسی نے کہا۔ ''محبت جتنی مہربان ہوتی ہے' اُتنی ہی ظالم بھی ہوتی ہے۔ یہ من کو شانت رہنے نہیں دیتی۔''

دوسری نے کہا۔ ''دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی ہے۔ وہ بھی تمہارا دیوانہ ہے۔ تم اس سے بچنا چاہو گی تو وہ پیچھا کرتا رہے گا۔''

انجلی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''تو پھر میں کیا کروں؟''

''کسی بھی طرح اس سے ملاقات کرو۔ اسے سمجھاؤ' ایسا محبوب بننے کا فائدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اپنی دھرم پتنی نہیں بنا

سکے گا؟ بہتر ہے' وہ آج ہی یہاں سے کہیں دور چلا جائے پھر تمہاری نظروں کے سامنے نہ آئے۔ اس طرح اس کی جُدائی میں کچھ دن تڑپتی رہو گی پھر صبر کرنا سیکھ لو گی۔''

''ہاں' اس سے ملنا ہی ہوگا۔ کچھ بولنا ہی ہوگا...... مگر کیسے؟ میری نگرانی کرنے والے سپاہی اس سے ملنے نہیں دیں گے۔ میں زبردستی کروں گی تو وہ اسے پکڑ کر پتا جی کے پاس لے جائیں گے۔''

ایک داسی نے کہا۔ ''تم ملنے ملانے کی بات مجھ پر چھوڑ دو۔ جب وہ دکھائی دے گا تو میں تم سب سے الگ ہو کر اس سے اکیلے میں ملوں گی اور اسے اپنے ساتھ رام مندر کے پیچھے لے آؤں گی۔ تم یہاں بھیڑ میں گم ہو کر کسی بھی طرح سپاہیوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر وہاں چلی آنا۔ اُدھر تمہیں کھل کر باتیں کرنے کا موقع ملے گا۔''

تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ آزر شیرازی دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سپاہیوں نے اسے وہیں روک لیا۔ اس سے کچھ کہنے لگے۔ ایسے وقت وہ داسی انجلی سے بچھڑ کر بھیڑ میں گم ہو گئی۔ اُدھر آزر شیرازی سپاہیوں سے بحث کر رہا تھا۔ اِدھر انجلی اپنی باقی داسیوں کے ساتھ اس بھیڑ میں گم ہو گئی' جہاں شاہی دربار سے آنے والے پنڈت اور مولوی حضرات دین الٰہی کا پرچار کر رہے تھے۔

جب آزر شیرازی مایوس ہو کر واپس جانے لگا تو سپاہیوں نے انجلی کی طرف توجہ دی۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی داسیاں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ تمام سپاہی تتر بتر ہو کر اسے تلاش کرنے لگے۔

وہ رام مندر کے پیچھے آئی تو آزر شیرازی اس کا منتظر تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ انجلی اپنی اوڑھنی کو گھونگھٹ بنائے' سر جھکائے اس کے قریب آئی پھر بولی۔ ''میں بڑی مشکل سے سپاہیوں کو دھوکا دے کر آئی ہوں۔ تم نے میری مورتی بنائی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' تعریف کروں یا شکایت کروں؟''

وہ اسے بڑی چاہت سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تعریف تو سب ہی کرتے ہیں۔ تم شکایت کرو۔''

''تم صرف مورتی بناتے تو کوئی بات نہ ہوتی مگر تمہاری اس کلا کے پیچھے محبت ہے' دیوانگی ہے۔ جو مجھے رسوا کر رہی ہے۔''

''کیا رسوائی سے ڈرتی ہو؟''

''جس کام کا انعام نہ ملے اسے نہیں کرنا چاہیے۔ میں راجپوت ہوں۔ مجھ پر کسی مسلمان کا سایہ بھی پڑے گا تو راجپوتوں کی غیرت اسے گوارہ نہیں کرے گی۔''

''لیکن ان ہی راجپوتوں نے اپنی بیٹی بادشاہ اکبر کو دی ہے اور آج وہ ملکہ معظمہ کہلاتی ہے۔''

''وہ شہنشاہ جلال الدین اکبر ہیں۔ اپنی رعایا کی تقدیر خود بناتے ہیں اور بگاڑتے ہیں۔ ان کے حکم کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔''

آزر شیرازی نے کہا۔ ''بات صرف بادشاہ کی نہیں ہے۔ دین الٰہی کو قبول کرنے والے کتنے ہی ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے شادیاں کر رہے ہیں۔ تم ہندوؤں اور مسلمانوں کی غیرت کی بات نہ کرو۔ حالات کے سامنے سب ہی کو جھکنا پڑتا ہے۔''

''میرے پتا جی اور میرے بھیا ٹوٹنا جانتے ہیں' جھکنا نہیں جانتے۔''

''باپ اور بھائی کی نہیں' اپنی بات کرو۔ تمہارا دل کیا کہتا ہے؟''

''میں اپنے باپ اور بھائی سے الگ نہیں ہوں۔ ان کی گودوں میں پلی بڑھی ہوں پھر عقل بھی سمجھاتی ہے کہ تمہارا دین الگ ہے' میرا دھرم الگ ہے۔ ہم صرف اس طرح ایک ہو سکتے ہیں کہ تم میرے دھرم کو سوئیکار کر لو۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے انجلی کو دیکھا پھر کہا۔ ''میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر تمہارے علاوہ اور دو چار لڑکیوں سے محبت کرنے لگوں تو تمہارے دل پر کیا گزرے گی؟ کیا یہ تمہیں اچھا لگے گا؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''کبھی نہیں' میں چاہوں گی کہ میرا چاہنے والا صرف ایک ہو اور میں اس سے صرف محبت نہ کروں اس کی پرستش بھی کروں۔''

''اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ ایک خدا کی عبادت کرتا رہوں۔ دس خداؤں کی نہیں۔ تمہارے دھرم میں کتنے ہی بھگوان ہیں۔ کتنوں کی مورتیاں بنتی ہیں اور کتنوں کو ہی پوجا جاتا ہے۔''

''تم ہمارے دھرم کو غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم صرف ایک ایشور کو مانتے ہیں۔''

''اور ایک ایشور کے علاوہ دوسروں کی بھی پوجا کرتے ہو' وہ سب کون ہیں؟''

وہ بولی۔ ''بھگوان صرف ایک ہی ہے لیکن اس کے دس اوتار ہیں۔ یعنی بھگوان کبھی برہما کے روپ میں' کبھی وشنو کے' کبھی شنکر بھگوان کے اور کبھی کرشن مراری کے روپ میں آتا ہے۔''

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی" اگر میں قائل کردوں تو تمہیں قائل ہوجانا چاہیے۔ گیتا کے ادھیائے دس اور شلوک سات میں کرشن جی ارجن سے فرماتے ہیں۔

سُن ارجن! میں ہوں سچ ہر ہست کا
میں وہ سچ ہوں جو نہ ہوگا فنا
میں دانش ہوں ان کی جو ہیں ہوشیار
میں تابش ہوں ان کی جو ہیں تابعدار

پھر ادھیائے اٹھارہ اور شلوک نو میں کرشن جی کہتے ہیں۔

میں آقا' میں والی' بجن میں گواہ
میں منزل 'میں مسکن' میں جائے پناہ
میں آغازو انجام و گنج و مقام
میں وہ سچ ہوں جو رہے گا مُدام

پھر اس نے پوچھا۔" کیا ان شلوک سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہمارا بھی بھگوان ایک ہے؟ ایک ہی سچ ہے۔ ایک ہی بنیاد ہے۔ باقی جو دیوتا ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے تمہاری آسمانی کتابوں کے مطابق پیغمبر دنیا میں آتے رہے ہیں؟"

آزر نے مسکرا کر کہا۔" ہمارے جتنے بھی پیغمبر آتے رہے' ان کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ ہمارے یہاں صرف ایک خدا کی عبادت کی گئی۔ ایک ہی خدا کے آگے سجدہ کیا گیا اور آج بھی ہم مسلمان یہی کرتے ہیں مگر تمہارے یہاں جو بھی بھگوان کا اوتار لے کر آتا ہے اس کے سامنے سر جھکا دیا جاتا ہے۔ اس کی پوجا کی جاتی ہے۔"

وہ اس کا منہ تک رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔" ابھی تم نے کہا ہے کہ ارجن سے کرشن جی کہہ رہے تھے' سُن ارجن! میں ہوں سچ ہر ہست کا۔ یعنی کرشن جی خود کو سچ کہہ رہے ہیں۔ بنیاد کہہ رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خود کو بھگوان کہہ رہے ہیں۔ تمہارے دھرم میں جتنے بھی اوتار آئے' انہوں نے خود کو بھگوان سمجھ کر اپنی پوجا کرائی مگر ہمارے جتنے بھی پیغمبر آئے' انہوں نے کبھی نہ خود کو خدا کہا نہ اپنے آگے کسی سے سجدہ کرایا۔"

وہ آزر کی بات ماننے کو تیار نہیں تھی۔ کچھ ناراض ہو کر بولی۔" تم تو بحث کرنے لگے ہو۔"

" میں تم سے دین اور دھرم کے بارے میں کوئی بحث نہیں کروں گا۔ صرف ایک آخری بات کہتا ہوں۔ ہمارے قرآن مجید میں سورۃ الکٰفرون ...... میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کہہ دو اے کفار! میں ان کو نہیں ہوں پوجتا
پوجتے ہو تم جنہیں' اللہ برتر کے سوا
پوجتا ہوں میں جسے' اس کو نہیں تم پوجتے
اور جس کو پوجتے ہو تم نہ میں پوجوں اسے
پوجتا ہوں میں جسے' تم اس کو پوجو گے نہیں
تم کو اپنا دیں مبارک' اور مجھ کو اپنا دین

آزر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔" بس' اب دین اور دھرم کی نہیں' دل اور دلدار کی باتیں کرو۔"

وہ ذرا ناراض سی ہو کر بولی۔" ہماری سوچ الگ ہے۔ ہمارے راستے الگ ہیں۔ ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔"

" ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور دل ایک ہو گئے۔ آیندہ بھی ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ ہمارے ایک ہونے کے راستے ہموار ہوتے رہیں گے۔"

" اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟ کیا تم جوتشی بھی ہو؟"

" میں تمہیں پورے یقین سے اور مکمل اعتماد سے چاہتا ہوں۔ یہ کسی جوتشی کی نہیں' میرے دل کی آواز ہے۔ میرا دل ایک اور پیش گوئی بھی کرتا ہے۔ تم یہاں سے جاؤ گی تو میرے پیار سے انکار پر پچھتاؤ گی۔ بہت پچھتاؤ گی...... جاؤ اور آزمالو۔"

وہ منہ پھیر کر جاتے ہوئے بولی۔" اونہہ... میں ملنے آگئی ہوں تو پتا نہیں خود کو کیا سمجھ رہے ہو؟"

وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا۔" میں خود کو تمہارے جسم و جان کا مالک سمجھ رہا ہوں' تم میری زندگی ہو۔ یاد رکھو میری امانت ہو۔ خیانت نہیں کرو گی۔ اپنے وجود کا سارا مال و اسباب میرے لیے سنبھال کر رکھو گی۔"

انجلی کے دل سے ایک ہائے نکلی۔" ہائے! کیسا ضدی اور سرپھرا ہے؟ یہ زندگی میری ہے' یہ وجود میرا ہے مگر میرا سب کچھ اپنے نام کر رہا ہے۔"

وہ تو پہلی ہی نظر میں اس کی ہو گئی تھی۔ اب اس کی باتیں سُن کر اور متاثر ہو رہی تھی لیکن زبان سے انکار کر رہی تھی۔ کہہ رہی تھی۔" مجھے اپنی جائداد سمجھنے والے! جب میرا سپہ سالار بھیا آئے گا' تب تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم راجپوت کیا ہوتے ہیں؟ وہ تمہارا سر تن سے جدا کر دے گا۔ تم حرام موت مرو گے۔"

" اسے حرام موت نہ کہو۔ محبت کرنے والے شہید ہوتے ہیں۔ یہ شہید موت کے بعد بھی نہیں مرے گا۔ تمہارے اندر ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

وہ باتوں کی دُھن میں مندر کے پیچھے سے نکل آئے۔

پیار بھری تکرار میں ایسے اُلجھے تھے کہ چھُپ چھُپا کر ملنے والی بات نہیں رہی تھی۔ دو مسلح سپاہی انجلی کو تلاش کرتے ہوئے اِدھر آگئے تھے۔ ایک نے چیخ کر دوسرے سے کہا۔" وہ رہی راجکماری.... اور وہ بدبخت مسلمان بھی ان کے ساتھ ہے۔"

وہ دونوں تلواریں سونت کر ان کی طرف دوڑے چلے آئے۔ ایک نے آزر کے سینے پر تلوار کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔" تو ہمیں دھوکا دے کر راجکماری کو بہکا کر یہاں لے آیا ہے۔"

انجلی نے آگے بڑھ کر اس کے تلوار والے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔" اسے ہٹاؤ... میں نادان بچی نہیں ہوں کہ یہ مجھے بہکانے آجائے گا۔ میں اپنی مرضی سے یہاں آئی ہوں۔"

دوسرے سپاہی نے کہا۔" ہم بحث نہیں کریں گے۔ آپ کے پتاجی کا حکم ہے کہ یہ آپ کے ساتھ دیکھا جائے تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔"

وہ آزر کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے بولی۔" نہیں' اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اسے گرفتار نہیں ہونے دوں گی۔"

پھر وہ پلٹ کر آزر سے بولی۔" میں جانتی تھی' بھید کھُلے گا تو یہی ہوگا۔ تمہیں گرفتار کر کے کال کوٹھری میں ڈال دیا جائے گا۔ میرے بھیا آئیں گے تو وہ تمہاری گردن ہی اڑا دیں گے۔"

ایک سپاہی نے کہا۔" آپ ہمارے لیے مشکل پیدا کر رہی ہیں۔ ہم اسے بھاگنے نہیں دیں گے۔"

آزر نے اچانک ہی انجلی کو اپنے سامنے سے ہٹاتے ہوئے تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا۔ سپاہی کی کلائی کو گرفت میں لے کر اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ گھوم کر اس کے سامنے ڈھال بن گیا۔ ایسے ہی وقت دوسرے سپاہی نے اس پر حملہ کیا تو وہ ڈھال بننے والا سپاہی زخمی ہو گیا۔ آزر نے زخمی سپاہی کی تلوار چھین کر مقابل کے حملے کو اپنی تلوار سے روکا پھر ان کے درمیان تلوار بازی شروع ہو گئی۔

انجلی مطمئن ہو کر دیکھ رہی تھی کہ وہ سنگ تراش سپہ گری کا ہنر بھی جانتا ہے پھر بھی وہ پریشان ہو کر کہہ رہی تھی۔" ان سے پیچھا چھڑاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ کہیں دور چلے جاؤ۔ یہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ ایسے وقت مزید تین سپاہی دوڑتے ہوئے چلے آئے۔ آزر نے انہیں دیکھا پھر بڑی برق رفتاری سے مقابلہ کرنے والے کی تلوار پر بھرپور وار کیا۔ سپاہی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ آزر موقع ملتے ہی وہاں سے پلٹ کر ان سے دور بھاگتا چلا گیا۔ ایسے وقت چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔" انجلی....! میں آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔ تم میرے لیے پیدا ہوئی ہو۔ میں تمہیں کسی اور کی جھولی میں نہیں جانے دوں گا۔"

چار سپاہی اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اس کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی اور وہ نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ انجلی نے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ سوچنے لگی۔" اب کیا ہوگا؟ یہ تو کسی طرح نہیں بچے گا۔ آخر بھاگ کر کہاں جائے گا؟ بھیا تو سپہ سالار ہیں۔ پورا لشکر اس کے پیچھے لگا دیں گے۔"

اس کی داسیاں دوڑتی ہوئی چلی آئی تھیں۔ اس کی پریشانی کو سمجھ رہی تھیں۔ ایک نے کہا۔" بس ایک ہی راستہ ہے۔ ابھی جا کر اپنے پتاجی کے قدموں میں گر پڑو۔ اس کے لیے معافی چاہو گی تو شاید وہ اسے معاف کر دیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہی حکم دیں گے کہ وہ تمہاری نظروں سے دور چلا جائے پھر کبھی اِدھر نہ آئے۔"

وہ داسیوں کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے ماتا پتا کی طرف جانے لگی۔ اُدھر وہ اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہا تھا۔ کبھی کوئی سپاہی قریب آجاتا تو اس سے مقابلہ کر کے پیچھا چھڑا کے پھر بھاگنے لگتا۔

وہ بھاگنے والا اور وہ تعاقب کرنے والے میلے کے جس حصے سے گزر رہے تھے۔ وہاں خوف و ہراس طاری ہو رہا تھا۔ عورتیں' مرد' بچے سب ہی دہشت کے مارے چیختے چلاتے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ آزر شیرازی سے کوئی ہمدردی کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کی حمایت میں کوئی بول سکتا تھا۔ سب ہی مسلح سپاہیوں سے سہمے ہوئے تھے۔

وہ بھی سمجھ رہا تھا کہ ابھی چار سپاہی پیچھے لگے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ان کی تعداد بڑھتی جائے انہیں جُل دے کر کہیں چھُپ جانا چاہیے لیکن کہاں چھپے گا؟ سب ہی کو اپنی جان پیاری تھی۔ کوئی انسانیت کے ناتے بھی اسے چھپانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

اور وہ نتھو کمہار کے پاس جا کر اس کے لیے مصیبت بنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دوڑتا جا رہا تھا اور یہ دعا مانگتا جا رہا تھا کہ کسی طرح اسے ایک گھوڑا مل جائے پھر فرار ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ پیدل تعاقب کرنے والے سپاہی پیچھے ہی رہ جائیں گے۔

دعا قبول ہو گئی۔ گھوڑا تو نہ ملا مگر وہ دوڑتے دوڑتے

اُن شاہی خیموں کی طرف چلا آیا۔ جہاں شاہی دربار سے آنے والے پنڈت اور علما قیام پذیر تھے۔ اس نے حاضر دماغی سے سوچا۔ ''فی الحال ایسے ہی علما اور پنڈتوں سے تحفظ حاصل ہو سکتا ہے۔ ان کے سامنے جھوٹ سچ بول کر ہی اپنا بچاؤ کر سکوں گا۔''

وہ تلوار پھینک کر دوڑتا ہوا ایک بڑے سے خیمے میں گھس آیا۔ وہاں کتنے ہی علما اور پنڈت بیٹھے ہوئے یہ حساب کر رہے تھے کہ انہوں نے اب تک میلے میں کتنی عورتوں اور مردوں کو دینِ الٰہی کی طرف مائل کیا ہے؟ سیکڑوں کی تعداد میں غریبوں اور محتاجوں نے دینِ الٰہی میں شامل ہونے کے لیے اپنے اپنے نام لکھوائے تھے۔

ہزاروں کی تعداد میں ایسے امیر کبیر حضرات نے بھی اپنے نام لکھوائے تھے جو دینِ الٰہی قبول کر کے بادشاہ اکبر جگت گرو سے تجارتی سہولتیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ دینِ الٰہی کے بہانے جگت گرو کی قربت حاصل کر کے اپنی حسین بہنوں اور بیٹیوں کو حرم سرا میں پہنچانا چاہتے تھے۔ اس طرح وہ شاہی خاندان کا ایک حصہ بن سکتے تھے۔

علما اور پنڈتوں نے ان سب کے نام اور پتے لکھ کر ایک طویل فہرست تیار کی تھی۔ ان سب کو شاہی اخراجات پر دہلی جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ دس دنوں بعد لاکھوں کے اجتماع میں مہابلی درشن دینے والے تھے اور جگت گرو کی حیثیت سے ان سب کو اپنا مُرید بنانے والے تھے۔

آزر شیرازی اپنے قدموں سے دھماکے پیدا کرتا ہوا خیمے کے اندر آیا تو ان سب نے چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ فوراً ہی دست بستہ ہو کر سر جھکاتے ہوئے بولا۔ ''اجازت کے بغیر اندر آنے کی معافی چاہتا ہوں مگر حالات سے مجبور ہوں۔ سپہ سالار راج تلک راٹھور کے سپاہی میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

ایک پنڈت نے کہا۔ ''وہ یونہی تو پیچھے نہیں پڑے ہوں گے۔ تم نے ضرور کوئی جرم کیا ہے؟''

''میں نے جرم نہیں' محبت کی ہے۔ آپ حضرات دینِ الٰہی کی تبلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہندو' مسلمان' سکھ' راجپوت' مراہٹے' بنگالی' مدراسی سب آپس میں متحد ہو کر رہیں۔ ایک دوسرے کو گلے لگائیں۔ ایک دوسرے سے رشتے داری کریں۔ ہندو مسلمانوں سے اور مسلمان ہندوؤں سے رشتے داری کرتے رہیں گے تو آپس کی نفرتیں ختم ہو جائیں گی۔ میں بھی ایک راجپوت لڑکی سے محبت کر رہا ہوں لیکن اس کے نتیجے میں مجھے مجرم سمجھا جا رہا ہے۔ کچھ سپاہی مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ حضرات کی پناہ میں آیا ہوں۔''

ایک پنڈت نے کہا۔ ''ہماری نہیں' جگت گرو کی پناہ میں آؤ تو کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔''

اس نے کہا۔ ''اگر جگت گرو کا دین میرے دین کی نفی نہیں کرتا ہے تو پھر میں اُن کا مرید بن جاؤں گا۔''

ایک عالم نے کہا۔ ''ہم تمہیں دینِ الٰہی کے بارے میں پوری تفصیل سے سمجھائیں گے۔ یہ بتاؤ' اگر تم کسی راجپوت لڑکی سے محبت کرتے ہو تو سپاہی تمہیں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟''

''اس لیے کہ میری محبوبہ سپہ سالار راج تلک راٹھور کی چھوٹی بہن ہے۔''

یہ سنتے ہی وہ سب چونک گئے۔ ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے پھر ایک عالم نے وہاں کھڑے ہوئے خادم سے کہا۔ ''اسے ہمارے خیمے میں لے جاؤ اگر سپاہی اس کی تلاش میں یہاں آئیں تو انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔''

پھر اس نے آزر شیرازی سے کہا۔ ''تم پناہ حاصل کرنے کے لیے صحیح جگہ آئے ہو۔ ہمارے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ چاہو تو گہری نیند سو جاؤ۔ ہم اپنے معاملات سے نمٹنے کے بعد تم سے بات کریں گے۔''

آزر شیرازی اُس خادم کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ایک عالم نے طنزیہ انداز میں حقارت سے کہا۔ ''سپہ سالار.... راج تلک راٹھور.... اب آئے گا اونٹ پہاڑ کے نیچے....''

ایک پنڈت نے کہا۔ ''اس نے جگت گرو سے کہہ کر میری بہن کی شادی ایک مسلمان سے کرا دی اور اپنی بہنوں کی باری آنے سے پہلے ہی انہیں راجپوت خاندان میں بیاہ دیا۔ یہی ایک چھوٹی بہن رہ گئی ہے۔''

ایک عالم نے کہا۔ ''میری بیٹی کی شادی بھی ایک راجپوت سے ہو گئی۔ اس میں بھی اسی کم بخت راج تلک راٹھور کا ہاتھ تھا۔ اب وہ ہمارے نشانے پر آیا ہے۔ ہم دہلی پہنچتے ہی جگت گرو سے بات کریں گے اور اس کی بہن کو اس مسلمان کے حوالے ضرور کریں گے۔''

ایک پنڈت نے کہا۔ ''لیکن ہمارے جگت گرو اسی وقت ہماری بات مانیں گے جب یہ مسلمان دینِ الٰہی قبول کرے گا۔''

دوسرے عالم نے کہا۔ ''اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ وہ اس راجپوت لڑکی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کی مراد

پانے کے لیے جگت گرو کے مریدوں میں ضرور شامل ہونا چاہے گا۔"

آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنے والی بات تھی۔ آزر ایک محفوظ پناہ گاہ میں آیا تھا۔ اسے سلامتی بھی ملتی اور شاید انجلی بھی مل جاتی لیکن اس کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش سے گزرنا تھا۔ دینِ الٰہی قبول کرنے کے لیے اپنے دینِ اسلام سے پھر جانا تھا۔ حالات کہہ رہے تھے کہ اسے پھرنا ہی ہو گا۔ اب پتا نہیں' اس کا ایمان کیا کہنے والا تھا؟

☆☆☆

دربارِ خاص میں وہ خاص مشیر' امرا' روَسا' پنڈت' علما' سکھوں کے سردار اور آتش پرستوں کے پیشوا اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے اور تختِ شاہی پر مہابلی جلال الدین اکبر رونق افروز تھا۔ دینِ الٰہی کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پھیلانے کے لیے وہاں روز دربارِ خاص لگا کرتا تھا۔ بادشاہ سلامت کے سامنے یہ حساب پیش کیا جاتا تھا کہ کس طرح روزانہ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ دینِ الٰہی کو قبول کررہے ہیں۔

بادشاہ اکبر کے قریب بیٹھے ہوئے راجا مان سنگھ نے کہا۔ "یہ ناچیز جگت گرو کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "عرض کرو۔"

مان سنگھ نے کہا۔ "سب ہی دیکھ رہے ہیں کہ ہم جیسے چند جانباز اور جانثار آپ کے دینِ الٰہی کو سچے دل سے قبول کر رہے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں میں ہے جو حالات سے مجبور ہو کر یا غریبی سے تنگ آ کر جگت گرو کے مرید بن رہے ہیں۔ اس طرح انہیں روزگار حاصل ہوتا ہے۔ اتنی رقمیں ملتی ہیں۔ وہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے جو مہابلی کے رعب و دبدبے سے مرعوب ہیں اور خوفزدہ ہو کر دینِ الٰہی کو قبول کرتے ہیں۔"

بادشاہ نے ابوالفضل کی طرف دیکھا۔ وہ مہابلی کا دستِ راست تھا اور اس کا سب سے زیادہ قابلِ اعتماد مشیر تھا۔ ابوالفضل نے راجا مان سنگھ سے کہا۔ "یہ آپ نے درست کہا کہ لوگ بادشاہ سلامت سے خوفزدہ ہو کر دینِ الٰہی قبول کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ خوف ہے کیا چیز...؟ جب تک انسان کے دل میں خوف نہ ہو' وہ بزرگوں کی اطاعت نہیں کرتا۔ بچہ پہلے ماں باپ سے ڈرتا ہے۔ تب ہی ان کے ہر حکم پر سر جھکاتا ہے۔ مکتب جا کر استاد سے ڈرتا ہے اسی لیے پڑھائی میں جی لگاتا ہے۔ کہیں نوکری کرنے جاتا ہے تو اپنے مالک سے ڈرتا ہے' پوری دیانت داری سے اس کی خدمت کرتا ہے۔ رعایا بادشاہ سلامت سے خوف کھاتی ہے' اسی لیے بادشاہ کے ہر قانون کی پابند رہتی ہے۔ جو پابندی نہیں کرتے۔ بغاوت کرتے ہیں' انہیں قرار واقعی سزا ملتی ہے۔ اس طرح وہ خوفزدہ ہو کر پھر بادشاہ کی اطاعت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

بادشاہ اکبر تحسین آمیز نظروں سے ابوالفضل کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ساری دنیا کے مذہب والے اپنے خدا سے اپنے بھگوان سے' اپنے پرمیشور سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ وہ رحمان اور رحیم بھی ہے۔ قہار اور جبار بھی ہے اگر وہ قہر نازل نہ کرے تو کوئی اس سے نہ ڈرے۔ ہمارے مہابلی' ہمارے جگت گرو رحم بھی کرتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔ لوگ اسی کے آگے سجدہ کرتے ہیں جس سے ڈرتے ہیں۔ اسی لیے حکم ہے کہ جگت گرو کے سامنے آ کر سجدہ کیا جائے اور لوگ سجدے کرتے ہیں' اس لیے کہ ان کے دلوں میں جگت گرو کا خوف سمایا رہتا ہے۔ خدا ہو' بھگوان ہو یا جگت گرو ہوں۔ بڑی قوت کے آگے سجدہ کرنا ہی پڑتا ہے اور لوگ کررہے ہیں۔"

راجا مان سنگھ نے کہا۔ "دین الٰہی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس دین نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کھڑی ہوئی دیوار گرادی ہے۔ ہندو مسلمان عورتوں سے اور مسلمان ہندو عورتوں سے شادیاں کررہے ہیں۔ آپ بھی اپنے شہزادوں کی شادیاں ہندو گھرانوں میں کررہے ہیں لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ہندو گھرانوں سے بہوئیں تو لا رہے ہیں مگر کسی ہندو کو اپنا داماد نہیں بنا رہے ہیں۔ اپنی کسی شہزادی کی شادی ہندو گھرانے میں نہیں کررہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

ابوالفضل نے جواب دیا۔ "ایک ہی وجہ ہے۔ بادشاہ سلامت کے شاہی خاندان کی برابری کرنے والا کوئی ہندو گھرانا ہو تو وہاں سے داماد لایا جا سکتا ہے۔ پورے ہندوستان میں جتنے راجے مہاراجے ہیں۔ وہ سب ہی مہابلی سے کم تر ہیں۔ آپ خود ہی سوچیں کیا کسی کم تر کو داماد بنایا جا سکتا ہے؟"

اس جواب سے راجا مان سنگھ کو قائل ہونا پڑا۔ کیونکہ کوئی راجا مہاراجا بادشاہِ وقت کی برابری کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا تھا۔ وہاں ایک مقررہ وقت تک خاص دربار لگا رہا۔ جب دربار برخاست ہوا تو ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔ صرف

ابوالفضل رہ گیا۔

اکبر نے کہا۔ "ہم نے تمام مذاہب کے پیشواؤں کو بلا کر ہفتوں اور مہینوں ان سے دین دھرم کے معاملات پر بحث کی۔ ان سب کے نظریات کو اچھی طرح سمجھا۔ تب تم نے مشورہ دیا کہ ان تمام مذاہب کو ملا کر ایک مذہب بنانا چاہیے۔ ایسا مذہب جو ہماری چھتر چھایا میں پھلتا پھولتا رہے اور امن و امان قائم کرنے کے لیے تمام لوگوں کو متحد کرتا رہے۔"

ابوالفضل نے کہا۔ "مہابلی! ہر دور میں مذہب کو ہتھیار بنا کر حکومت کی گئی ہے۔ لوگ ایک خدا کو مانتے ہوں یا دس خداؤں کو پوجتے ہوں۔ ان سے ہمیں کیا لینا ہے؟ آپ کو تو عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلنا ہے اور حکومت کرتے رہنا ہے۔"

بادشاہ اکبر نے تائید میں کہا۔ "بے شک' ہماری سیاسی بصیرت کو علما نہیں سمجھ سکتے۔"

"علما ہوں یا پنڈت ہوں۔ وہ اپنے دین دھرم سے آگے دنیا کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔ آپ نے راجا بہاری مَل کی صاحبزادی سے شادی کی تو راجپوتوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کی حامی ہوگئی۔ وہ جنگجو راجپوت آپ کے لشکر کا حصہ بن گئے۔ ایک عظیم بادشاہ نے ایک ہندو راجکماری سے شادی کی۔ اس طرح ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پڑ گئی۔"

"ہم اپنے شہزادوں کے سلسلے میں بھی یہی کر رہے ہیں۔ ریاست جودھ پور ابتدا ہی سے ہم مغلوں کے خلاف برسرِ پیکار رہی ہے۔ وہ ہم سے شکست کھاتے ہیں پھر بھی سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ ہم نے سوچا' انہیں بالکل ہی شکستہ کر دینا چاہیے۔ ہماری سیاسی حکمتِ عملی یہ رہی کہ ہم نے راجا جودھ پور کو زنجیریں نہیں پہنائیں۔ بلکہ اسے رشتوں کے بندھن میں باندھ دیا۔ اپنے ولی عہد جہانگیر سے اس کی بیٹی کا رشتہ کردیا۔"

ابوالفضل نے کہا۔ "ہندوستان کی تاریخ میں یہ حقیقت سنہری حروف سے لکھی جائے گی کہ آپ نے راجپوتوں کو' مرہٹوں کو تلواروں کے زور سے نہیں رشتوں کی ڈور سے باندھا ہے۔"

"بے شک' ہمارے ولی عہد جہانگیر کی پہلی بیوی مان بائی ہے۔ دوسری بیوی جگت گوسائیں' تیسری کرم سی ہے' چوتھی بیوی دریابلھاس کی بیٹی اور پانچویں راجا راول بھیم کی لڑکی ہے۔ جہانگیر کے علاوہ ہم نے دوسرے شہزادوں کی شادیاں بھی جن راجاؤں اور مہاراجاؤں کے یہاں کیں۔ وہ سب ہمارے مطیع اور فرمانبردار بنتے چلے گئے مگر افسوس..."

ابوالفضل نے بادشاہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ "ہمارا ولی عہد جہانگیر ہماری حکمتِ عملی کو نہیں سمجھتا ہے۔ اس بار سلیم' زین کوکہ کی لڑکی پر فدا ہوگیا ہے۔ اسے سمجھنا چاہیے' حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہندوؤں سے شادیاں کی جائیں' انہیں اپنا بنا کر جنگ و جدل سے گریز کیا جائے۔ اس طرح ہماری سلطنت وسیع ہوتی رہے گی۔"

ابوالفضل نے کہا۔ "ولی عہد ہم سے بدظن ہیں۔ وہ فرماتے ہیں' دینِ الٰہی کی ابتدا ہم نے کرائی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کرنے کے لیے ان کی اور دوسرے شہزادوں کی شادیاں ہندو لڑکیوں سے کرائی جارہی ہیں۔ ولی عہد آپ سے بھی ناراض ہیں۔ ہماری آپ سے التجا ہے' زین کوکہ کی بیٹی سے اُن کی شادی کرادیں۔ ایک دو شادیاں مسلمان گھرانوں میں بھی ہوجائیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

بادشاہ نے اس کی بات مان لی۔ جہانگیر کی پسند کے مطابق اس کی شادی زین کوکہ کی بیٹی سے کرادی۔ ابوالفضل چاہتا تھا کہ اس کے اور جہانگیر کے درمیان محاذ آرائی نہ ہو۔ آیندہ وہ ہندوستان کا شہنشاہ بننے والا تھا۔ اس کی عقل کہتی تھی کہ جہانگیر کو اپنا بنائے رکھنا چاہیے لیکن اس کی ذہانت اور اس کی سوچ کے خلاف جہانگیر اسے اپنا اور اکبر بادشاہ کا بدترین دشمن سمجھتا تھا۔

ابوالفضل دشمن تو نہیں تھا لیکن بادشاہ کی نظروں میں جو بلند مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اسے قائم رکھنے کے لیے ہیرا پھیری کرتا رہتا تھا۔ درپردہ اس کی یہ کوشش بھی تھی کہ اکبر کے دوسرے شہزادے خسرو کو تاج و تخت مل جائے تو شہزادہ نورالدین جہانگیر بے اثر ہو جائے گا پھر اس کی عداوت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

ایک بار ابوالفضل بادشاہ اکبر کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے اس نے بادشاہ کے کان بھرے اور کہا۔ "مہابلی! آپ کے یہاں سے جاتے ہی شہزادہ سلیم (جہانگیر) بغاوت کر کے تاج و تخت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ اپنے ولی عہد شہزادہ سلیم (جہانگیر) کو دل و جان سے چاہتا تھا اور پیار سے ہمیشہ شیخو بابا کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ اس نے اسے بلا کر پوچھا۔ "شیخو بابا! کیا اپنے باپ سے ناراض ہو؟"

اس نے کہا۔ "آپ کا یہ فرزند آپ سے کبھی ناراض

نہیں ہو سکتا لیکن حضور کی حکمتِ عملی سمجھ میں نہیں آتی۔ ابوالفضل نے آپ کو دینِ اسلام سے پھیر دیا ہے۔ شہزادوں کو بھی آپ کی نظروں میں کم تر بنا دیا ہے۔ ہم اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے مشورے کے مطابق آپ ہماری شادیاں ہندو گھرانوں میں کراتے ہیں۔ کسی دن وہ آپ سے کہے گا' ولی عہد ہمیں نہیں... کسی دوسرے شہزادے کو بنایا جائے تو آپ یہ بھی کر گزریں گے۔''

بادشاہ اکبر نے مسکرا کر کہا۔ ''کیا اسی لیے تم ہم سے بغاوت کرنا چاہتے ہو؟ ہمارے جاتے ہی یہاں کے تخت پر قبضہ جمانا چاہتے ہو؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یقیناً ابوالفضل نے ہمارے خلاف آپ کو بھڑکایا ہے۔''

بادشاہ اکبر نے کہا۔ ''اپنے باپ پر یقینِ کامل رکھو۔ ہندوستان کا شہنشاہ صرف ہمارا شیخو بابا ہوگا۔ ہم دکن جانے سے پہلے تمہاری جاگیر میں اجمیر کے صوبے کا اضافہ فرمارہے ہیں۔ بخشش میں پچاس ہاتھی قیمتی جواہرات اور ایک لاکھ اشرفیاں مرحمت فرمارہے ہیں۔ کیا تم خوش ہو؟''

وہ سر جھکا کر بولا۔ ''ہم صرف خوش نہیں ہیں بلکہ اس بات پر فخر بھی کررہے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی آنکھوں کا تارا بنائے رکھتے ہیں۔''

بادشاہ اکبر مطمئن ہو کر دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابوالفضل بھی اس کے ساتھ گیا تھا لیکن اپنے پیچھے سازشوں کا جال بچھا گیا تھا۔ دشمن افوا پھیلانے لگے کہ شہزادہ خسرو آگرے کا تخت خالی دیکھ کر قبضہ جمانے والا ہے۔ جہانگیر کے حواری مشورہ دینے لگے کہ اسے خسرو سے پہلے آگرہ پہنچنا چاہیے۔ یہ بات اسے معلوم تھی کہ خسرو کے حمایتی اسے تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ کسی بھی شہزادے کو ایسا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ پہنچ گیا اور قلعہ دار سے کنجی طلب کی۔

ایسے وقت اس کی والدہ مریم زمانی وہاں پہنچ گئی۔ بیٹے کو سمجھانے لگی۔ ''جانِ مادر! عقل کے ناخن لو۔ دشمن چاہتے ہیں' تم اپنے باپ کی نظروں میں باغی کہلاؤ اگر قلعے کے اندر جاؤ گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم یہاں بادشاہ کی غیر موجودگی میں قبضہ جمانے آئے ہو۔ لہٰذا واپس چلے جاؤ۔''

جہانگیر اپنی والدہ کی بات مان کر واپس چلا گیا۔ اس کے مخبروں نے بتایا کہ اسے باغی ثابت کرنے کی چالیں ابوالفضل چل رہا ہے۔ یہ سن کر وہ غصے سے تلملانے لگا۔

جب یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ اکبر دکن میں کچھ عرصہ قیام کرے گا اور ابوالفضل وہاں سے واپس آرہا ہے تو جہانگیر نے اپنے خاص محافظ نرسنگھ دیو کو حکم دیا۔ ''ابوالفضل کو زندہ واپس نہیں آنا چاہیے۔ جاؤ اور ہمیں اس کی مردہ صورت دکھاؤ۔''

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ بادشاہ اکبر تک دشمنوں نے خبر پہنچائی کہ جہانگیر باغی ہو گیا ہے۔ بادشاہ کی عدم موجودگی میں آگرہ کے تخت پر قبضہ جمانے آیا تھا لیکن مریم زمانی کی حکمتِ عملی کے باعث ناکام واپس گیا ہے۔

یہ خبر بادشاہ کے دل کو لگی۔ اپنے چہیتے شیخو بابا کی طرف سے دل میلا ہو گیا۔ اس طرح باپ بیٹے کے درمیان کشیدگی شروع ہو گئی۔ یہ کشیدگی اس وقت اور بڑھ گئی۔ جب معلوم ہوا کہ جہانگیر کے حکم سے ابوالفضل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ نرسنگھ دیو نے چاندی کی ایک بڑی قاب میں ابوالفضل کا سر رکھ کر جہانگیر کے سامنے پیش کیا۔ اسے ابوالفضل سے اتنی شدید نفرت تھی کہ اس نے اس سر بُریدہ کے منہ پر غصے سے تھوک دیا۔

پھر نرسنگھ دیو کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''شاباش! تم نے ہمارے ایک بہت بڑے دشمن کو ختم کیا ہے۔ تم انعام کے مستحق ہو۔''

اس نے حکم دیا۔ ''دس ہزار اشرفیاں لا کر نرسنگھ دیو کے قدموں میں رکھی جائیں۔''

نرسنگھ دیو نے دست بستہ عرض کیا۔ ''میں آپ کا نمک خوار ہوں۔ انعام کے لالچ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب میں نے ابوالفضل کو ہلاک کرنے کے لیے اسے گھیرا تو وہ بڑی چالاکی سے بچ نکلا تھا۔''

جہانگیر نے اس کٹے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے پوچھا ''پھر اسے کس نے قتل کیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''آپ کے حکم کی تعمیل گھڑ سوار لشکر کے سپہ سالار راج تِلک راٹھور نے کی ہے۔''

راج تِلک نے حاضر ہو کر سر جھکاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا۔ جہانگیر نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمہیں بھی دس ہزار اشرفیاں مرحمت کی جائیں گی۔ تم نے پہلی بار ہمارا بہت بڑا کام کیا ہے۔ تمہاری کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''یہ سیوک حضور کی مصاحبت اور توجہ چاہتا ہے۔ آیندہ بھی آپ کے بہت کام آنا چاہتا ہے۔''

''یہ ہمارے وفادار بن کر رہنے کی خواہش ہے۔ ہم

ضرور پوری کریں گے۔ آج سے تم ہمارے مصاحبِ خاص ہو۔ ہم اپنے ہر اہم معاملے میں تمہیں شریک کریں گے۔''

راج تِلک راٹھور کامیابی سے سرشار ہو کر محل سے باہر آیا۔ اس کی برسوں کی خواہش پوری ہورہی تھی۔ پہلے تو اس نے دینِ الٰہی قبول کر کے ترقی کا پہلا مرحلہ طے کیا تھا اور گھڑ سوار لشکر کا سپہ سالار بن گیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ کی نظروں میں آکر اس کا مصاحبِ خاص بننا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ بادشاہ اکبر سے زیادہ جہانگیر کو اہمیت دے رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ مستقبل میں وہی ہندوستان پر حکومت کرے گا۔ اسی کا مصاحبِ خاص بننا زیادہ فائدہ مند رہے گا۔

ایک طویل انتظار کے بعد اس کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔ جہانگیر نے اسے اپنا مصاحبِ خاص مقرر کر لیا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار اپنے چھوٹے سے محل میں آیا۔ باہر مسلح سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا۔ اندر شاہی خاندان کی طرح مسلح عورتیں پہریدار کے طور پر رہا کرتی تھیں۔

اس نے محل میں آکر اپنی راجپوت بیوی کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''آج ہم بہت خوش ہیں۔ ہمیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔''

وہ اسے خوشی سے چومتے ہوئے خوشخبری سنانے لگا۔ اس سے کچھ فاصلے پر زیب النسا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی دوسری بیوی تھی۔ راج تِلک راٹھور نے دینِ الٰہی قبول کرنے کے بعد بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اسے مسلمانوں کے ایک اعلیٰ خاندان سے بیاہ کر لے آیا تھا۔ کبھی کبھی اسے رات کو بیوی کا درجہ دے دیتا تھا۔ ورنہ دن رات اس کی راجپوت بیوی اس کی خدمت کرتی رہتی تھی۔

چونکہ راج تِلک راٹھور فوج کے ایک حصے کا سپہ سالار تھا۔ اس لیے زیب النسا کے خاندان والے اس کے آگے دم نہیں مار سکتے تھے اور نہ ہی اس کے خلاف بادشاہ سے شکایت کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ وہ بیچاری ایک ہندو کی بیوی بن کر بیوہ سے بھی زیادہ بدتر زندگی گزار رہی تھی۔

زیب النسا اور اس کے خاندان والوں نے دینِ الٰہی قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک ہندو گھرانے میں آکر اپنے دین سے' اپنی اسلامی تہذیب سے اور روزے نماز سے محروم ہو گئی تھی۔ راج تِلک نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دینی احکامات کی پابندی نہ کرے۔ کبھی اسے نماز پڑھتے دیکھ لے گا تو سجدے میں ہی اس کا سر تن سے جدا کر دے گا۔

یہی حال اُن ہندو عورتوں کا تھا۔ جو مسلمانوں سے بیاہی گئی تھیں۔ وہ مسلمان جو دربارِ شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے ہندو عورتوں سے شادی کی تھی۔ انہیں یا تو جبراً مسلمان بناتے تھے یا پھر حکم دیتے تھے کہ وہ ان کے گھروں میں پوجا پاٹ نہیں کریں گی۔

ہندو اور مسلمان عورتوں سے جو اولادیں ہوتی تھیں۔ وہ نہ تو مسلمان ہوتی تھیں اور نہ ہندو اگر کسی ہندو کے گھر مسلمان عورت سے اولاد ہوتی تو اس کا نام کچھ ہوتا۔ شاہد ملہوترہ' سلمان راٹھور' نجمہ پرساد' زلیخا دیوی... اور مسلمانوں کے یہاں ہندو عورتوں سے اولاد ہوتی تو ان کے نام یوں ہوتے۔ رادھا اکبر' سیتا رحمان' شنکر سلیمان اور لکشمن اقبال...

باپ دادا کے دین کو دھرم کو آسانی سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ دینِ الٰہی قبول کرنے والے بنیادی طور پر مسلمان ہوتے تھے یا ہندو ہوتے تھے۔ ہندو بھی سوچتے تھے کہ مسلمان عورت سے ہماری اولاد کیوں ہو؟ ہماری جو ہندو بیوی ہے' اس سے ہونے والی اولاد ہماری وارث بنے گی۔ لہٰذا وہ اس مسلمان عورت کے ماں بننے سے پہلے ہی بچے کو ضائع کر دیتے تھے یا پیدائش کے بعد بچے کو مار ڈالتے تھے۔

مسلمان بھی کوئی فرشتے نہیں تھے۔ جب وہ دوغلے بن کر' منافق بن کر دینِ الٰہی قبول کرتے تھے تو ہندو عورتوں کو بیوی بنا کر عیاشی کے لیے رکھتے تھے اور انہیں اپنی دولت و جائداد میں سے حصہ دینا نہیں چاہتے تھے۔ راجپوت گھرانے کی عورتیں بڑی ضدی ہوتی تھیں۔ وہ خود اپنے مسلمان شوہروں کی اولاد پیدا کرنا نہیں چاہتی تھیں اگر اولاد ہو جاتی تو کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اسے مار ڈالتی تھیں پھر سوکنوں کا حسد اور جلاپا کس گھر میں نہیں ہوتا؟

مسلمان بیویاں ہندو سوکنوں کا جینا حرام کر دیتی تھیں اور ہندو بیویاں مسلمان سوکنوں پر طرح طرح کے عذاب نازل کرتی رہتی تھیں اور ان کے شوہر چُپ چاپ تماشائی بنے رہتے تھے۔

ایک نئے دینِ الٰہی کا پرچار کرنے والا جلال الدین اکبر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس دین کے پیچھے کیسے کیسے جرائم سرزد ہو رہے ہیں' لوگ کس طرح اخلاقی پستیوں میں گرتے جا رہے ہیں؟ کوئی ہندو عورت مسلمان بننا نہیں چاہتی۔ اسی طرح کوئی مسلمان عورت ہندو بننا گوارہ نہیں کرتی۔ اسی لیے دینِ اسلام میں حکم ہے کہ غیر مذہب کی عورت کو نکاح میں لانے سے پہلے اسے مشرف بہ اسلام کرو۔ اسے اپنا ہم مذہب' ہم خیال بناؤ۔ تب وہ تمہاری زندگی میں آکر سکھ چین اور امن و امان دے گی۔

اس دور کے علمائے کرام دینِ الٰہی کے خلاف آوازیں اٹھا رہے تھے۔ بادشاہ اکبر کو کافر ہونے کا فتویٰ دے رہے تھے۔ ان علما اور مجاہدین کو حق گوئی کے الزام میں سزائیں دی جا رہی تھیں۔ کتنوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ ناموسِ رسالت اور دینِ اسلام کے تحفظ کی خاطر سر پر کفن باندھ کر بادشاہِ وقت کے خلاف آوازیں اٹھاتے رہتے تھے۔ بہ بانگِ دہل بادشاہ سے کہتے تھے۔ ''اے بادشاہ! تو اپنا دینِ الٰہی محدود کر لے۔ اپنی دولت اور طاقت سے غریب اور مجبور مسلمانوں کو خریدنا چھوڑ دے۔ تجھے اپنے سامنے سجدہ کرانے کا شوق ہے تو تیرے زرخرید ہندو تجھے سجدہ کرتے رہیں گے۔ خدا کے لیے مسلمانوں پر رحم کر.....''

وہ بادشاہ سے التجا بھی کرتے تھے اور جارحانہ انداز بھی اختیار کرتے تھے۔ دینِ الٰہی کے سلسلے میں مشورہ دینے والا خاص مشیر ابوالفضل مارا گیا تھا۔ سر پر کفن باندھ کر میدانِ عمل میں آنے والے علما ان کٹر پنڈتوں اور زرخرید علما کو قتل کر رہے تھے' جو شاہی دربار کے تنخواہ دار تھے اور مسلمانوں کو جبراً دینِ الٰہی کی طرف مائل کر رہے تھے اگرچہ دینِ اسلام کا تحفظ کرنے والے علما شہید ہو رہے تھے۔ تاہم خاطر خواہ نتائج سامنے آ رہے تھے۔

ابوالفضل' زرخرید پنڈت اور وہ علما جو دینِ الٰہی کا ستون کہلاتے تھے۔ رفتہ رفتہ موت کے گھاٹ اترتے جا رہے تھے۔ بادشاہ اکبر اپنے دین کے سلسلے میں اندر سے کھوکھلا اور کمزور ہوتا جا رہا تھا۔

سیاسی اعتبار سے بھی اس کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اس کا لاڈلا شہزادہ شیخو بابا (جہانگیر) باغی ہو گیا تھا۔ اپنا تمام لاؤلشکر لے کر الٰہ آباد چلا گیا تھا۔ بغاوت کی کئی وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ شہزادہ سلیم (جہانگیر) ان دنوں مہرالنسا (نور جہاں) کے عشق میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اسے حرم میں لانا چاہتا تھا لیکن سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر بادشاہ اکبر کو اعتراض تھا۔ اس نے بیٹے کے عشق کا بخار اتارنے کے لیے اپنے حفاظتی دستے کے سردار علی قلی خان عرف شیر افگن سے مہرالنسا کی شادی کرا دی۔

باپ کے اس اقدام نے بیٹے کو اور چراغ پا کر دیا۔ دونوں کے درمیان مزید رنجشیں بڑھ گئیں۔ امرا اور مشیر حضرات نے بادشاہ سے کہا۔ ''ولی عہد کا باغی ہونا مناسب نہیں ہے مہابلی اسے اپنے قدموں میں جھکائیں یا پھر شہزادہ خسرو کو تاج و تخت کا جانشین قرار دیں۔''

اکبر نے کہا۔ ''ہمارا شیخو ہی تاج و تخت کا وارث ہے۔ اگرچہ وہ ناراض ہے۔ بغاوت پر آمادہ ہو گیا ہے لیکن ہم اپنے شیخو کو منا لیں گے۔''

وہ امرا کے سامنے بڑے اعتماد سے بول رہا تھا مگر اندر سے پریشان تھا۔ ایک طرف لاڈلے شیخو کی بغاوت صدمہ پہنچا رہی تھی۔ دوسری طرف حالات سمجھا رہے تھے کہ دینِ الٰہی کے پرچار میں ناکامی اس کا مقدر بن سکتی ہے۔

☆☆☆

ہردوار کے میلے کی رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی آزر شیرازی کے حالات سنگین ہوتے جا رہے تھے۔ انجلی کی محبت اسے مجرم بنا رہی تھی۔ اس نے درباری پنڈتوں اور علما کے پاس آ کر پناہ لی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آئندہ بھی پناہ ملتی رہے گی یا اسے سپاہیوں کے حوالے کر دیا جائے گا؟

اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔ سپاہی اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ اس کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا لیکن ایک پنڈت نے خیمے سے نکل کر صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ ''وہ ایرانی جوان ہماری پناہ میں ہے۔ ہم اسے کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔''

وہ محض سپاہی تھے۔ ان درباری عہدے داروں سے بحث نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا سر جھکا کر چلے گئے۔ آدھے گھنٹے کے بعد انجلی کا باپ رام تِلک راٹھور گھوڑے پر سوار اپنے سپاہیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ علما اور پنڈتوں نے اس کا سواگت کیا۔ اسے خیمے میں آ کر بیٹھنے کو کہا۔ اس نے سینہ تان کر اکڑتے ہوئے کہا۔ ''ہم شاہی لشکر کے سپہ سالار راج تِلک راٹھور کے پتاجی ہیں اور آپ سب شاہی دربار کے معزز علما اور پنڈت ہیں۔ لہٰذا ہم حکم نہیں دیں گے' درخواست کریں گے کہ ہمارا مجرم ہمارے حوالے کر دیا جائے۔''

ایک عالم نے کہا۔ ''جب تک جرم ثابت نہیں ہو گا۔ ہماری پناہ میں آنے والا مجرم نہیں کہلائے گا۔''

ایک پنڈت نے پوچھا۔ ''اس کا جرم کیا ہے؟''

رام تِلک نے کہا۔ ''اس نے ہماری بیٹی سے چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ راجپوتوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ کیا کسی شریف زادی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا جرم نہیں ہے؟''

''عزت پر ہاتھ ڈالنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ صاحبزادی کی عزت لوٹ لی گئی ہے؟''

وہ غصے سے بھڑکتے ہوئے بولا۔ ''زبان سنبھال کر بات کریں۔ کس کی مجال ہے' جو ہماری بیٹی کی عزت لوٹ کر زندہ واپس چلا جائے؟''

''ہم منہ سنبھال کر کیا بولیں؟ آپ جو بولتے ہیں' خود اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔ عزت پر ہاتھ ڈالنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے ہیں۔''

وہ غصے سے تلملانے لگا۔ اس کے روبرو دینِ الٰہی کے مبلغ تھے۔ وہ رعب و دبدبے سے جواباً کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ایک عالم نے کہا۔ ''آپ سیدھی اور سچی بات نہیں کہہ رہے ہیں کہ ہماری پناہ میں آنے والا مسلمان آپ کی بیٹی سے محبت کرتا ہے اور وہ بھی اس جوان سے محبت کرتی ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے۔ ہماری بیٹی اسے گھاس بھی نہیں ڈالے گی۔''

ایک پنڈت نے کہا۔ ''وہ گھاس ڈالے یا نہ ڈالے۔ ہماری پناہ میں ایک ایسا جوان آیا ہے' جو دینِ الٰہی کو اسی شرط پر قبول کرے گا کہ آپ کی بیٹی اس سے بیاہ دی جائے۔ آپ انکار کریں گے تو یہ مقدمہ مہابلی جگت گرو کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ آپ بدھی مان ہیں۔ سمجھ سکتے ہیں کہ جگت گرو کا فیصلہ کیا ہو گا؟ آپ اپنا غصہ' رعب و دبدبہ سب بھول جائیں گے۔ اپنی بیٹی کو ایک مسلمان کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

وہ فوراً ہی غصے سے پلٹ کر گھوڑے پر سوار ہو کر سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ اپنے خیمے میں پہنچ کر بیٹے کے نام ایک طویل خط لکھا۔ اپنی بیٹی انجلی اور ایک ایرانی مسلمان کے بارے میں تفصیلی حالات بیان کیے۔ یہ بھی لکھا کہ اگر بیٹے نے وہاں آ کر فوراً ہی اس عشق و محبت کے معاملے کو نہ دبایا تو وہ بادشاہ کے حکم کے آگے مجبور ہو جائیں گے۔ جبکہ انہیں مجبور نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی بیٹی کو کسی بھی حال میں اس مسلمان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

اس نے بیٹے کو وہاں جلدی پہنچنے کی تاکید کی اور قاصد کو حکم دیا کہ وہ تیر کی طرح راج تلک راٹھور کے پاس جائے۔ راستے میں کہیں قیام نہ کرے۔

آزر شیرازی کو پناہ مل گئی تھی۔ وہ آرام سے سو رہا تھا۔ جب بیدار ہوا تو علما اور پنڈتوں نے اسے اپنے خیمے میں طلب کیا۔ اس نے وہاں آ کر ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''السلام علیکم.....''

کسی نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس کے برعکس ایک عالم نے دوسرے سے کہا۔ ''اللہُ اکبر۔''

دوسرے نے جواباً کہا۔ ''جلِ جلالہٗ...''

آزر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک نے کہا۔ ''دینِ الٰہی کے مطابق جگت گرو کا حکم ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیکم نہ کہو۔ ایک کہے گا' اللہُ اکبر... دوسرا اس کے جواب میں کہے گا' جلِ جلالہٗ۔''

آزر نے کہا۔ ''آپ کو اپنا دین مبارک ہو۔ مجھے اپنا دین عزیز ہے۔''

ان سب نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ایک نے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک پنڈت نے کہا۔ ''تم ایک راجپوت لڑکی سے محبت کرتے ہو۔ کیا اس سے شادی بھی کرنا چاہتے ہو؟''

''بے شک' میں اپنے پیار کی منزل چاہتا ہوں۔''

ایک نے کہا۔ ''لڑکی کا باپ تمہیں گرفتار کرنے آیا تھا۔ کیا تم جانتے ہو' وہ لوگ کس قدر وسیع ذرائع کے مالک ہیں؟ ذرا سوچو! لڑکی کا بھائی فوج کا سپہ سالار ہے۔ وہ کس قدر طاقتور ہو گا؟''

''محبت کرنے والے عقل سے نہیں سوچتے۔ جو کرنا ہوتا ہے' اپنے حوصلے سے کر گزرتے ہیں۔''

''جب وہ گرفتار کر کے لے جائیں گے اور تمہیں کال کوٹھری میں ڈال دیں گے تو سارا حوصلہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔''

''آپ نے تو مجھے ان سے بچایا ہے۔ کیا پھر بھی گرفتاری کا اندیشہ ہے؟''

''لڑکی کا بھائی فوج کا سپہ سالار ہے۔ وہ یہاں آ کر تمہیں گرفتار کرنا چاہے گا تو ہم اس کے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔ تم اس لڑکی کے پیار میں تباہ و برباد ہو سکتے ہو۔ جان سے بھی جا سکتے ہو اور.....''

آزر نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک پنڈت نے کہا۔ ''اور تم اپنی سلامتی چاہو تو جگت گرو کا دینِ الٰہی تمہیں بچا سکتا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ کیسے....؟''

''دینِ الٰہی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی دیوار نہیں رہتی۔ جگت گرو کے حکم سے مسلمان ہندو عورتوں سے اور ہندو مسلمان عورتوں سے شادیاں کر سکتے ہیں۔ ایسی شادیوں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انہیں جگت گرو کا آشیرواد حاصل ہوتا ہے۔''

ایک عالم نے کہا۔ ''اگر تم دینِ الٰہی قبول کرو گے اور سپہ سالار راج تِلک کی بہن سے شادی کرنا چاہو گے تو وہ سپہ سالار تو کیا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس کی بہن کو حاصل کرنے سے روک نہیں سکے گی۔''

''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں دینِ اسلام سے پھر

جاؤں؟ اپنے ایک خدا اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف ہو جاؤں؟"

"ایسا تو کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کرو گے تو وہ سپہ سالار تمہیں کال کوٹھری میں پہنچا کر ایسی اذیتیں دے گا کہ تم چیخ چیخ کر موت مانگو گے۔ بالآخر حرام موت مارے جاؤ گے۔"

وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ "کوئی بات نہیں' میں مسلمان رہ کر مر سکوں گا۔ آخری وقت کلمہ تو پڑھ سکوں گا۔"

علما اور پنڈتوں نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ایک پنڈت نے کہا۔ "جب تم آسانی سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہو تو کیوں حرام موت مرنا چاہتے ہو؟"

"وہ آپ کی نظروں میں حرام موت ہوگی۔ میں اپنے دین پر قائم رہ کر جان دوں گا تو مجھے شہادت کا درجہ حاصل ہوگا۔"

وہ سب اس کے جواب سے مایوس ہو گئے۔ ناگواری سے منہ بنانے لگے۔ ایک پنڈت نے کہا۔ "دیکھو تم ہمارے حالات کو سمجھتے نہیں ہو۔ ہم سپہ سالار راج تلک راٹھور سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اس نے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں مسلمانوں سے کرائی ہیں لیکن اپنی بہنوں کو راجپوت گھرانوں میں بیاہ دیا ہے۔ صرف یہی ایک چھوٹی بہن رہ گئی ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "تم ہمارا ساتھ دو گے تو تمہارا بھی فائدہ ہے اور ہمارا بھی..... تمہیں تمہاری محبوبہ مل جائے گی اور ہم انتقام لے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں گے۔"

ایک عالم نے کہا۔ "کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم دل سے دینِ الٰہی قبول کرو۔ بے شک اپنے دین پر قائم رہو۔ آخری سانسوں تک مسلمان رہو لیکن دکھاوے کے لیے جگت گرو کے مرید بن جاؤ۔"

ایک اور پنڈت نے سمجھایا "اگر عقل سے کام لو گے تو تمہارا دین بھی سلامت رہے گا اور اپنی محبوبہ کو بھی حاصل کر سکو گے۔"

وہ بولا۔ "یہ سراسر منافقت ہوگی اور میں منافق نہیں بننا چاہتا۔"

ایک عالم نے غصے سے کہا۔ "تم ضدی اور بیوقوف ہو۔ ابھی ہم تمہیں اپنے خیموں سے نکال دیں تو کہاں جاؤ گے؟ کیا راج تلک کے سپاہیوں سے بچ سکو گے؟"

ایک پنڈت نے کہا۔ "یہ بہت جذباتی ہو کر بول رہا ہے۔ عقل سے نہیں سوچ رہا ہے۔ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دینا چاہیے۔"

ایک نے کہا۔ "ٹھیک ہے نوجوان.....! ہم تمہیں کل تک سوچنے کا موقع دیتے ہیں۔ تم یہاں رہو اور عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے۔ اس لیے ہر ممکن طریقے سے آخری سانس تک جینا چاہیے۔ اب جاؤ یہاں سے..... تم نے ہمیں بہت مایوس کیا ہے۔ یہ لکھ لو کہ کل بھی مایوس کرو گے تو حرام موت مارے جاؤ گے۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ ایک عالم نے کہا۔ "جذباتی نوجوان ہے۔ تنہائی میں ٹھنڈے دماغ سے سوچتا رہے گا تو عقل آئے گی پھر یہ وہی کرے گا' جو ہم چاہتے ہیں۔"

وہ دن گزر گیا۔ رات گزر گئی۔ انجلی اس کی جاگتی آنکھوں کے سامنے آتی رہی اور رات کو خوابوں میں ستاتی رہی۔ ہوش رُبا اداؤں سے اپنی طرف بلاتی رہی اگر وہ اس سے جان مانگتی تو فوراً ہی جان دے دیتا لیکن وہ خدا کا بندہ ایمان دینے والا نہیں تھا۔

اس نے فجر کی نماز کے بعد دعا مانگی۔ "یا خدا.....! مجھے اتنی توفیق دے کہ میں اپنے دین پر قائم رہ سکوں۔ یہ جان تیری دی ہوئی ہے۔ میں جان دیتے ہوئے بھی مسلمان رہنا چاہتا ہوں۔ آخری وقت تیرا ہی کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ اپنی پیدائش کے پہلے لمحے سے آج تک تیرے ہی رحم و کرم پر رہتا آیا ہوں۔ تو چاہے گا تو مجھے موت ملے گی۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے میری زندگی اور میری محبت چھین نہیں سکے گی..... یہ میرا ایمان ہے۔ مجھے اپنے ایمان پر قائم رکھ میرے معبود.....!"

وہ نماز سے فارغ ہو کر خیمے سے باہر آیا پھر چہل قدمی کے لیے ایک طرف جانے لگا۔ شام سے دوسری صبح تک میلے کی رونق ایسی ہوتی تھی' جیسے ساری دنیا کی رنگینیاں اور دلچسپ ہنگامے اسی جگہ سمٹ آئے ہوں۔ صبح کے بعد وہاں سناٹا چھا جاتا تھا۔ رات کے تھکے ہارے سب ہی گہری نیند سو جاتے تھے۔ انسانی آبادیوں میں پہرا دینے والے چوکیدار راتوں کو جاگتے ہیں اور دن کو سوتے ہیں۔ میلے میں اس کے برعکس ہوتا تھا۔ وہاں چوکیدار راتوں کو سو جاتے تھے اور اب دن کے وقت پہرا دے رہے تھے۔

وہ خیالوں میں گم آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت دور سے انجلی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ اسی کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے پیچھے دو داسیاں بھی چلی آ رہی تھیں۔ آزر اسی کے تصور میں کھویا ہوا تھا۔ اچانک اسے سامنے دیکھتے ہی خوش ہو کر بولا۔ "تم.....؟ اور اس وقت یہاں آئی ہو.....؟"

وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔ ذرا قریب آ کر بولی۔ "مجھے تمہاری چنتا کھائے جا رہی ہے۔ تمہارا کیا بنے گا؟ کہاں جاؤ گے؟ کہاں چھپو گے؟ مجھے ایسا لگتا ہے' میری خاطر کبھی نہ کبھی مارے جاؤ گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ میں تمہاری خاطر جان دوں گا؟"

وہ تڑپ کر آگے بڑھتی ہوئی اس سے لپٹ گئی پھر روتے ہوئے بولی۔ "مجھے نیند نہیں آتی ہے۔ کروٹ کروٹ تمہیں یاد کرتی ہوں۔ تمہارے لیے پریشان رہتی ہوں۔ کل پتا جی نے ایک تیز رفتار قاصد کو بھیا کے پاس بھیجا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں' ان کے ساتھ پانچ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا ہے۔ میں تم سے کہنے آئی ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ کہیں دور چلے جاؤ۔"

اس نے کہا۔ "یہ شاہی پنڈت اور علما میری جان بچا سکتے ہیں۔ جگت گرو کے آشیرواد سے ہماری شادی بھی کرا سکتے ہیں۔"

اس نے چونک کر الگ ہوتے ہوئے اسے دیکھا پھر ایک ذرا خوش ہو کر کہا۔ "کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں......؟ ہاں' ہاں' وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ شاہی دربار میں ان پنڈتوں کا بڑا بول بالا ہے۔ یہ لوگ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتے ہیں۔ ہماری شادی کرا سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ میں جانتی ہوں' وہ ایسا کر سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کے لیے وہ مجھ سے بہت بڑی قربانی چاہتے ہیں۔"

"کیسی قربانی.....؟"

"وہ کہتے ہیں' میں اپنا دین اسلام چھوڑ کر مہابلی کا دینِ الٰہی قبول کر لوں۔"

انجلی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا' وہ بولا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارے لیے جان کی بازی لگا سکتا ہوں لیکن اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ دلبرداشتہ ہو کر بولی۔ "کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"مجھے ایک کے بعد دوسرا خدا منظور نہیں ہے۔ اسی طرح تمہیں چھوڑنے کے بعد کوئی دوسری لڑکی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔ عشقِ حقیقی خدا کے لیے ہے اور عشقِ مجازی تمہارے لیے..... یہ دونوں اپنی اپنی جگہ اٹل رہیں گے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ ابھی صرف تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ میرے بھیا کے آنے سے پہلے کہیں دور چلے جاؤ۔"

آزر نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرتے ہوئے پوچھا۔ "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا تم میرے بغیر رہ سکو گی؟ اگر نہیں..... تو ابھی میرے ساتھ چلو۔"

وہ بازوؤں کے شکنجے میں تھی۔ اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈالتے ہوئے بولی۔ "میں تو دنیا کے آخری سرے تک تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں لیکن تمہاری مصیبتیں بڑھ جائیں گی۔ تنہا جاؤ گے تو بھیا اور پتا جی یہ سوچ کر تمہارا پیچھا نہیں کریں گے کہ تم سے جان چھوٹ گئی ہے۔ وہ بدنامی کو ہوا دینا نہیں چاہیں گے۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔ "یہ تو ہے پھر وہ میرا پیچھا نہیں کریں گے۔"

"لیکن میں تمہارے ساتھ جاؤں گی تو قیامت آ جائے گی۔ یہاں سے دور دور تک جتنے راجے مہاراجے ہیں۔ سب ہی مہابلی کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ میرے بھیا سپہ سالار ہیں۔ اس لیے سب ہی ان کا مان کرتے ہیں۔ ہم جہاں بھی پناہ لینے جائیں گے' وہ ہمیں ان کے حوالے کر دیں گے۔ میں ساتھ رہوں گی تو تمہارے لیے مصیبت بنتی رہوں گی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ یہ بتاؤ اگر میں کہیں جا کر کامیابی سے روپوش رہ کر زندگی گزارنے لگوں اور پھر تمہیں لینے آؤں تو کیا میرے ساتھ چلو گی؟"

وہ بڑے جذبے سے بولی۔ "میں دن رات انتظار کرتی رہوں گی کہ کب آؤ گے اور کب مجھے ساتھ لے جاؤ گے؟"

وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر گھومنے لگا۔ فرطِ مسرت سے چومنے لگا۔ وہ گلے کا ہار بن گئی تھی۔ اور اپنا ہر پل ہار جانا چاہتی تھی مگر یہ چاہت پوری نہ ہو سکی۔ اچانک ہی گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دینے لگیں۔

وہ پیار کرتے کرتے تھم گئے۔ چونک کر دیکھنے لگے۔ ہنہناتے ہوئے گھوڑے مسلح سپاہیوں کو لیے چلے آ رہے تھے۔ انہیں چاروں طرف سے گھیرا جا رہا تھا۔ وہ گھوم گھوم کر دیکھنے لگے۔ ہر طرف ننگی تلواریں لیے ہوئے سپاہی گھوڑوں پر سوار تھے۔ انجلی نے ذرا کڑک دار لہجے میں پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ ہمیں اس طرح کیوں گھیر رہے ہو؟"

وہ سب خاموش رہے پھر ایک گھوڑے کی ٹاپیں سنائی دیں۔ اس کا باپ رام تلک راٹھور گھوڑے پر سوار ننگی تلوار لیے اس طرف آ رہا تھا۔ وہ قریب آتے ہوئے لگام کھینچ کر گھوڑے کو روکتے ہوئے بیٹی سے بولا۔ "تم کیا سمجھ رہی تھیں' ہم راتوں کو جاگتے ہیں' دارو پیتے ہیں اور دن کو مدہوش ہو کر

سوتے رہتے ہیں؟ خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو؟ پہرے داروں کی مٹھیاں گرم کر کے یہاں چلی آئیں۔“

گھوڑا ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔ وہ اسے لگام دیتے ہوئے بولا ”لیکن یہ پہرے دار ہمارا نمک کھاتے ہیں‘ ہمارے وفادار ہیں۔ ہم نے یہ تدبیر کی تھی کہ تم ہمیں بے خبر سمجھ کر اپنے عاشق سے ملنے جاؤ اور یہ دیوانہ ان پنڈتوں کے خیمے سے ذرا دور نکل آئے۔ ہم جو چاہتے تھے‘ وہی ہو رہا ہے۔ اب یہ مسلمان پناہ لینے کے لیے ان پنڈتوں اور عالموں کے پاس نہیں جا سکے گا۔“

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ”اسے باندھ کر لے چلو۔“

انجلی دوڑتی ہوئی آ کر باپ کے قدموں سے لپٹ گئی۔ التجائیں کرنے لگی۔ ”نہیں پتا جی......! نہیں‘ میں اس سے پیار کرنے نہیں‘ اسے سمجھانے آئی تھی۔ یہ یہاں سے کہیں دور چلا جائے گا پھر کبھی واپس نہیں آئے گا۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔ بھگوان کے لیے اسے جانے دیں۔“

رام تِلک راٹھور نے بیٹی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا ”اگر یہ یہاں سے کہیں دور چلا جائے گا تو اس کی جان بخشی جا سکتی ہے لیکن آخری فیصلہ ہمارا نہیں‘ تمہارے بھائی کا ہوگا۔ وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ ہم اسے سمجھائیں گے۔ تم ابھی خیمے میں واپس جاؤ۔“

اس نے گھوڑے کی لگام موڑ دی پھر وہاں سے جانے لگا۔ آزر شیرازی کے دونوں ہاتھوں کو رسیّوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ رسیّوں کے سرے دو گھڑ سواروں کے ہاتھوں میں تھے۔ وہ گھوڑے دوڑاتے جا رہے تھے اور آزر اُن کے ساتھ دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ انجلی بے بسی سے دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔

وہ باپ کو دھوکا دے کر آئی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ باپ اسے دھوکا دے رہا ہے۔ اس کے ذریعے اس کے عاشق کو اور اپنے مجرم کو پناہ گاہ سے باہر نکال کر اپنا قیدی بنانا چاہتا ہے۔

وہ جس چالاکی سے آزر کو قیدی بنا کر لے گیا تھا۔ اس کے خلاف علما اور پنڈت شکایت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آزر کو جبراً ان کی پناہ سے نکال کر لے گیا ہے۔ وہ ان سب کی لاعلمی میں خیمے سے باہر دور چلا آیا تھا۔ کسی نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ رام تِلک راٹھور اسے قیدی بنا کر لے جا رہا ہے۔ علما اور پنڈت اس راجپوت کو الزام نہیں دے سکتے تھے۔

انجلی نے سوچا۔ ”آزر کو قیدی بنا کر اپنے خیموں میں لے جایا جا رہا ہے۔ مجھے فوراً وہاں پہنچنا چاہیے۔“

وہ داسیوں کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے خیمے میں آئی پھر ماں سے پوچھا۔ ”پتا جی کہاں ہیں؟“

ماں نے بیٹی کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں شرم نہیں آتی....؟ ایک مسلمان سے ملنے گئی تھیں۔ تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔“

”میں نے ڈوب مرنے کا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ آپ بتائیں‘ پتا جی کہاں ہیں؟ آزر کو قیدی بنا کر کہاں لے گئے ہیں؟“

”میں نہیں جانتی‘ وہ کہاں گئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ جب یہاں آئیں تو خود ہی پوچھ لینا۔“

وہ اپنے باپ کا انتظار کرنے لگی۔ اسے اس بات کی بے چینی تھی کہ آزر کو کہاں لے جایا گیا ہے اور اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟ یہ اندیشہ بھی تھا کہ اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ وہ بیچارہ پڑوسی ملک سے آیا تھا۔ اگر اسے ہلاک کر دیا جاتا تو اس کے پیچھے کوئی فریاد کرنے والا بھی نہیں تھا۔

وہ اپنے خیمے میں آ کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ سوچنے لگی۔ ”بھگوان کرے‘ وہ زندہ رہے اگر زندہ رہے گا تو میں اس سے دکھاوے کی نفرت کروں گی۔ محبت سے انکار کر دوں گی۔ صاف صاف کہہ دوں گی کہ میں ایک مسلمان سے محبت کرنے اور شادی کرنے والی نادان لڑکی نہیں ہوں۔ جہاں میرے ماتا پتا کہیں گے‘ وہاں شادی کر دوں گی۔“

وہ کبھی بیٹھ رہی تھی‘ کبھی اٹھ رہی تھی۔ کبھی ٹہلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ ”یہی مناسب رہے گا۔ میں اس سے سخت نفرت کا اظہار کروں گی تو وہ مایوس ہو کر مجھ سے دور چلا جائے گا۔ یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ وہ میری محبت میں اپنی جان گنوا دے۔ مجھ سے دور جا کر زندہ سلامت رہے گا تو یہ اطمینان ہو گا کہ نفرت کا اظہار کر کے ہی سہی میں نے اپنے پیار کو‘ اپنے یار کو تحفظ دیا ہے۔ اسے ایک نئی زندگی دی ہے۔“

دن کے دوسرے پہر اس کا بھائی راج تلک راٹھور اپنے فوجی دستے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ہزاروں مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر میلے میں افراتفری مچ گئی۔ سب ہی خوفزدہ ہو کر اِدھر اُدھر چھپنے لگے۔ ایک ڈھنڈورچی نے دور تک ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے سب کو تسلی دی کہ پریشان ہونے اور خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ شاہی لشکر ان کے میلے کی خوشیوں میں حائل نہیں ہوگا۔

راج تِلک راٹھور گھوڑے سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا خیمے میں ماں کے پاس آیا پھر اس کے آگے جھک کر اس کے قدموں کو چھو کر دعائیں لینے کے بعد بولا۔ ”پتا جی کہاں

ہیں؟''

ماں نے کہا۔ ''میں نہیں جانتی' اتنا معلوم ہے کہ اس مسلمان کو قیدی بنا کر کہیں لے گئے ہیں۔''

اس نے پہرے داروں کے داروغہ کو بلا کر پوچھا۔ ''ہمارے پتا جی کہاں ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''یہاں سے کچھ دور ایک کھنڈر ہے۔ آپ کے پتا جی اس مسلمان کو قیدی بنا کر وہیں لے گئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے' ابھی ہم وہاں جائیں گے۔ تم جا سکتے ہو۔''

داروغہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ بیٹے نے ماں سے پوچھا۔ ''یہ معاملہ کیا ہے؟''

ایسا پوچھتے وقت اس کی نظر ایک بڑے سے صندوق پر رکھی ہوئی انجلی کی مورتی پر گئی۔ وہ ایکدم سے چونک کر حیرانی سے دیکھنے لگا پھر بولا۔ ''ارے یہ تو ہماری انجلی ہے۔''

وہ قریب آکر اس مورتی کو اٹھا کر ہر طرف سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ بے اختیار تعریفیں کرنے لگا۔ ''یہ کس کلاکار کی کلا ہے ماں جی! آپ کی قسم... میں نے اپنی زندگی میں اتنی خوبصورت مورتی نہیں دیکھی۔ ایسا لگتا ہے' میری بہن میرے ہاتھوں میں آگئی ہے۔ بس یہ ہے کہ سانس نہیں لے رہی ہے۔''

ماں نے ناگواری سے کہا۔ ''اُسی بد بخت مسلمان نے بنائی ہے۔ حیران تو ہم بھی ہیں کہ اس نے ایک ہی بار انجلی کو دیکھا تھا اور ہو بہو ویسی ہی بنا کر یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ ہماری بیٹی کا دیوانہ ہے۔''

راج تلک نے چونک کر ماں کو دیکھا پھر غصے سے اس مورتی کو صندوق پر پٹختے ہوئے بولا۔ ''میری تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی دیوانگی مٹی میں مل جائے گی۔ انجلی کہاں ہے؟ اسے بلایا جائے۔''

وہ حاضر ہوگئی۔ فوراً ہی بھائی کے قدموں میں جھک کر بولی۔ ''میرے بھیا کی جے ہو۔ میں آپ کو یاد کرتی رہتی ہوں۔ کیا آپ کو ہچکیاں آتی ہیں؟''

وہ ہنستے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ تمہارے ہاتھوں میں کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''راکھی ہے۔''

وہ تعجب سے بولا ''لیکن آج راکھی کا تہوار تو نہیں ہے؟''

''کوئی ضروری نہیں ہے کہ راکھی صرف تہوار کے دن باندھی جائے۔ یہ تو رکھشا بندھن ہے۔ ہر بہن اپنے بھائی کی سلامتی اور لمبی عمر کے لیے اسے کلائی پر باندھتی ہے۔ لائیں اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔''

راج تلک نے مسکرا کر ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بڑی چالاک ہے۔ ابھی راکھی باندھے گی اور اس کے بدلے تگڑی رقم مجھ سے وصول کرے گی۔''

اس نے اپنا ہاتھ بہن کی طرف بڑھا دیا۔ وہ راکھی باندھنا چاہتی تھی۔ ماں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تم سچ مچ بہت چالاک ہو۔ پہلے وعدہ کرو' راکھی باندھنے کے بعد ایسی کوئی چیز نہیں مانگو گی جس سے بھائی کی غیرت کو ٹھیس پہنچے۔''

راج تلک نے ماں کی بات سُن کر چونکتے ہوئے بہن کو دیکھا۔ باپ نے قاصد کے ذریعے جو خط بھیجا تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تمہاری بہن بھی اس مسلمان سے پیار کرنے لگی۔

اس نے بہن کو ذرا چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ راکھی باندھ کر ہم سے دنیا جہاں کی دولت مانگو گی تو ہم تمہارے قدموں میں لا کر رکھ دیں گے لیکن اس مسلمان کو مانگو گی تو ابھی تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔''

وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی۔ ''بھیا...! نہ میں بے غیرت ہوں۔ نہ آپ کی غیرت کو ٹھیس پہنچنے دوں گی۔ میرے بارے میں آپ تک غلط اطلاع پہنچائی گئی ہے۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ ایک مسلمان سے دل لگا کر اپنے راجپوت بھائی کا سر جھکاؤں گی۔''

وہ خوش ہو کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''شاباش بہنا....! لو راکھی باندھو اور جو مانگنا چاہو' وہ مانگو۔''

وہ ایک طرف سے پوجا کی تھال اُٹھا کر لائی پھر بھائی کی کلائی پر راکھی باندھ کر اسے مٹھائی کا ایک ٹکڑا کھلاتے ہوئے کہا۔ ''میرے بھیا کی زندگی میں ہمیشہ مٹھاس رہے۔ ہمیشہ سلامتی رہے۔ کسی دشمن کی نظر نہ لگے۔ اس بہن کا آنچل اپنے بھیا کے لیے ڈھال بنتا رہے۔''

وہ انجلی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ''ہمیں ماں اور بہنوں کی دعاؤں سے ترقی مل رہی ہے۔ بولو..... تم کیا مانگتی ہو؟''

''میرا اس مسلمان سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ رہے گا لیکن اس نے میری یہ خوبصورت مورتی بنائی ہے۔ آپ انعام کے طور پر اسے سلامتی اور تحفظ دیں۔''

ماں نے چیخ کر کہا۔ ''دیکھو بیٹا! یہ کتنی چالاکی سے پھر اسی مسلمان کی بات کر رہی ہے؟''

بیٹے نے ہاتھ اٹھا کر ماں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا پھر بہن سے کہا۔ ''تم کبھی ہم سے جھوٹ نہیں بولتی ہو۔ ابھی تم نے کہا ہے' اس مسلمان سے نہ کوئی تعلق ہے' نہ رہے گا۔ تم اسے صرف انعام دینا چاہتی ہو۔''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''آپ کی سوگند ہے بھیا! میں صرف انعام کے طور پر اسے زندگی دینا چاہتی ہوں۔ آپ چاہیں تو اسے سلامتی دے کر حکم دے سکتے ہیں کہ وہ یہاں سے بہت دور کسی دوسرے علاقے میں چلا جائے پھر کبھی پلٹ کر اِدھر کا رُخ نہ کرے۔''

اس نے سر گھما کر اس کی مورتی کو دیکھا پھر کہا۔ ''بے شک' وہ بہت بڑا کلاکار ہے۔ انعام کا مستحق ہے......ماں جی! ہماری انجلی کے مطالبے میں سچائی ہے۔ ہم اس کلاکار کو زندگی دیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ وہ ہماری نظروں سے دور ہو جائے تو پھر وہ کبھی پلٹ کر آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔''

وہ مورتی کے قریب آیا پھر اسے چھو کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ''انجلی.....! اس کلاکار کی تعریف کے لیے ہمارے پاس شبد نہیں ہیں اگر یہ مورتی دربار شاہی میں پہنچ جائے تو مہابلی اور تمام شہزادے اسے دیکھ کر واہ واہ کرنے لگیں گے۔''

انجلی نے کہا۔ ''آپ کلا کو سمجھتے ہیں۔ اس کی قدر کرتے ہیں۔ اس کلاکار کی سلامتی اور بہتری کے لیے کچھ بھی کریں گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

وہ بڑی دیر تک اس مورتی کو دیکھتا رہا' سوچتا رہا پھر پلٹ کر جاتے ہوئے بولا۔ ''ہم ابھی اس سے ملیں گے۔''

وہ خیمے سے باہر آکر گھوڑے پر سوار ہو کر اس داروغہ کے ساتھ کھنڈر کی طرف جانے لگا۔ انجلی بڑی ذہانت سے اپنے یار کو اپنے دلدار کو سلامتی دے رہی تھی۔ راج تلک راٹھور کے دماغ میں ایک اور ہی بات پک رہی تھی۔ وہ بہن کی خواہش کے مطابق آزر شیرازی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا لیکن اس کے اندر اس کلاکار کے ذریعہ ایک بہت بڑا فائدہ حاصل کرنے کا منصوبہ پک رہا تھا۔

وہ کھنڈر میں پہنچ گیا۔ باپ کے آگے جھک کر اس کے پیروں کو چھو کر آشیرواد حاصل کیا پھر پوچھا۔ ''وہ قیدی کہاں ہے؟''

باپ اسے کھنڈر کے ایک کمرے میں لے آیا۔ آزر شیرازی رسیوں سے بندھا ٹوٹے پھوٹے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے اسے اتنی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ وہ لہولہان ہو گیا تھا۔ راج تلک نے اسے ہمدردی سے دیکھا پھر باپ سے کہا۔ ''آپ کو اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

باپ نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ ہمارا مجرم ہے۔ ہماری غیرت کو للکار رہا ہے اگر ہم اسے ملا اور پنڈتوں کی پناہ سے نکال کر یہاں نہ لاتے تو وہ لوگ اسے جگت گرو کے پاس لے جاتے۔ یہ وہاں جا کر دینِ الٰہی قبول کرتا اور اس کے بدلے ہماری بیٹی کو مانگتا تو تم خود ہی سوچو' ہم کس قدر مجبور ہو جاتے؟ جگت گرو کے حکم کے مطابق اس کم بخت سے اپنی بیٹی کا بیاہ کرانا پڑتا۔''

وہ بولا۔ ''آپ اسے وہاں سے نکال لائے' یہ بہت اچھا کیا لیکن ہم اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ فوراً ہی وید کو بلا کر اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرائیں۔ ہم اسے جلد سے جلد تندرست اور توانا دیکھنا چاہتے ہیں۔''

اس کے باپ نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ''میلے میں جو تجربہ کار وید ہیں۔ ان میں سے دو چار کو بلا کر یہاں لایا جائے۔''

پھر اس نے بیٹے سے کہا۔ ''ہم نے خط میں بہت کم لکھا تھا پھر بھی اتنا ضرور لکھا تھا کہ تمہاری بہن نادان ہے۔ اس بد بخت کے عشق میں مبتلا ہوگئی ہے۔''

''نہیں پتا جی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم انجلی سے بات کر چکے ہیں۔ وہ ہماری عزت اور غیرت پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گی۔ اسے اس جوان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے....؟''

''بے شک۔ جو وہ چاہتی ہے۔ وہی ہم بھی چاہتے ہیں۔ اس کلاکار نے بہت ہی خوبصورت مورتی بنائی ہے۔ اسے انعام کے طور پر زندگی بخشی جائے گی۔ آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ ہم تنہائی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

وہ دونوں اس کھنڈر سے دور اُفتادہ گوشے میں آکر ایک دیوار کے سائے میں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ راج تلک راٹھور نے کہا۔ ''سب سے پہلے تو ہم آپ کو بہت بڑی خوشخبری سناتے ہیں۔ ہم لشکر کے ایک حصے کے سپہ سالار تو پہلے سے ہیں۔ اب ایک اور کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ہم ولی عہد شہزادہ سلیم کے مصاحبِ خاص بن گئے ہیں۔ پہلے لشکری معاملات میں ہماری اہمیت تھی۔ آیندہ درباری معاملات میں ہمارے مشوروں کی اہمیت ہوا کرے گی۔ اب ہماری طاقت اور اختیارات وسیع تر ہوتے چلے جائیں گے۔''

باپ نے خوش ہو کر کہا۔ ''یہ تو واقعی بہت بڑی خوشخبری ہے۔ تم نے اپنی عقل سے اور ہوشیاری سے دربار میں ایک

اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ ولی عہد شہزادہ سلیم کے بجائے' تم مہابلی جلال الدین اکبر کے مصاحبِ خاص بن جاتے؟"

وہ بولا۔ "پتاجی! مہابلی جلال الدین اکبر ڈھلتا سورج ہیں۔ ہمیں چڑھتے سورج کی پوجا کرنی چاہیے۔ ہم نے خوب سوچ سمجھ کر ولی عہد کی نظروں میں اپنا مقام بنایا ہے۔"

باپ نے قائل ہو کر کہا۔ "بے شک' تم دربارِ شاہی کے معاملات ہم سے بہتر جانتے ہو۔ تمہیں بہت بڑی کامیابی' بہت بڑا عہدہ ملا ہے۔ اس خوشی میں ہم جشن منائیں گے۔"

"آپ ابھی ماتاجی اور ہماری بہنوں کے ساتھ میلے کی خوشیاں منائیں۔ جب واپس آگرے آئیں گے تو ضرور جشن منایا جائے گا۔ ابھی ہمارے ذہن میں جو تدبیر پک رہی ہے۔ اس پر ہم عمل کریں گے تو زمین سے اٹھ کر آسمان کی اونچائی تک پہنچ جائیں گے۔"

باپ نے پوچھا۔ "ایسی کیا تدبیر ہے؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں' جگت گرو کے حکم کے مطابق ہندو اور مسلمانوں کے درمیان رشتے داریاں ہو رہی ہیں؟"

"ہاں' مگر یہ ہمارے دھرم کے خلاف ہے۔ جو لوگ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مسلمانوں سے بیاہ رہے ہیں۔ وہ اپنا دھرم نشٹ کر رہے ہیں۔"

وہ بولا۔ "کٹر مسلمان بھی اس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ ان کے دین میں یہ حکم ہے کہ جب تک کسی غیر مسلم عورت کو مسلمان نہ بنایا جائے' اس وقت تک اس سے شادی جائز نہیں ہے۔ اس کے باوجود جگت گرو کے دینِ الٰہی نے مسلمانوں کو ہندو گھرانوں میں اور ہندوؤں کو مسلمان گھرانوں میں پہنچا دیا ہے۔ مہابلی اپنے تمام شہزادوں کی شادیاں ہندو راجاؤں اور مہاراجاؤں کی بیٹیوں اور بہنوں سے کروا رہے ہیں۔"

رام تِلک راٹھور نے کہا۔ "وہ بے غیرت ہیں۔ ایسا کر رہے ہیں۔ ہم تو کبھی نہیں کریں گے۔"

"کریں گے پتاجی...! ضرور کریں گے۔"

باپ نے چونک کر بیٹے کو دیکھا پھر بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے ہوش و حواس میں ہو؟"

"بالکل۔ ہم ہوش و حواس میں رہ کر اور دنیا داری کو دیکھتے ہوئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ جن ہندو راجاؤں نے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مہابلی کو اور ان کے شہزادوں کو دی ہیں۔ وہ شاہی خاندان میں داخل ہو گئے ہیں۔ بادشاہ اور شہزادوں کے رشتہ دار کہلاتے ہیں۔ ان لڑکیوں کے باپ اور بھائیوں کو جاگیریں عطا کی گئی ہیں۔ دربارِ شاہی میں ان کا بول بالا رہتا ہے۔"

رام تِلک راٹھور حیرانی سے اور سوچتی ہوئی نظروں سے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اگر ہم اپنی انجلی کو کسی طرح ولی عہد شہزادہ سلیم کی بیگم بنا دیں تو وہ آیندہ ہندوستان کی ملکہ بن سکتی ہے اور اگر نہ بھی بنے تو بادشاہِ وقت کی بیگم کہلانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہم بادشاہِ وقت کے رشتہ دار بن کر وزیرِ خزانہ یا وزیرِ مملکت کا عہدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ سکتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں۔ تاج بادشاہ کے سر پر ہو گا اور ہم بے تاج بادشاہ بن کر حکومت کرتے رہیں گے۔"

رام تِلک نے کہا۔ "یہ سارے سُہانے خواب پورے ہو گئے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے؟ کوئی ہمیں بے غیرت راجپوت نہیں کہے گا۔ ہماری طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکے گا لیکن ناکامی ہوئی اور کچھ حاصل نہ ہوا تو ہمارے سر اپنے ہی لوگوں کے سامنے جھک جائیں گے۔"

"پتاجی! ہم نے آج تک سر جھکانے والا کوئی کام نہیں کیا۔ آپ اطمینان رکھیں اور دیکھتے جائیں کہ ہم کرتے کیا ہیں اور ہوتا کیا ہے؟"

"ہمارا بیٹا بہت ہوشیار ہے۔ ہمیں یقین ہے' کامیابی ہو گی مگر تم اس مورتی بنانے والے مسلمان کو زندہ کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟"

راج تِلک راٹھور ذرا چُپ رہا۔ خلا میں تکتا رہا پھر بولا۔ "ہم بچپن سے اب تک اپنی انجلی کو دیکھتے آئے ہیں لیکن ہمیں اس کی سُندرتا کا اندازہ کبھی نہیں ہوا۔ اس مورتی بنانے والے نے تو ہمیں چونکا دیا ہے۔ اس نے ڈانڈیا کھیلنے کا بہت ہی خوبصورت انداز پیش کیا ہے اگر وہ اسی طرح انجلی کی کئی مورتیاں بنائے گا اور اسے کئی پُرکشش زاویوں سے پیش کرے گا تو شہزادہ سلیم اسے دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو جائے گا۔ ہمیں یقین ہے' وہ انجلی کو اپنی حرم میں لانے کے لیے ہم سے رشتے داری ضرور کرے گا۔"

باپ کا سر جھک گیا۔ اس نے کہا۔ "ہمیں یہ سُن کر اور سوچ کر شرم آ رہی ہے کہ ہماری بیٹی' تمہاری بہن ایک مسلمان کے سامنے نمایش کے طور پر پیش کی جائے گی۔"

"کبھی کبھی کوئی بات پہلے تو بدتر لگتی ہے۔ بعد میں وہی بات منافع پہنچائے تو بہتر ہو جاتی ہے۔ ابھی آپ کو شرم آ رہی ہے۔ کل اسی بات پر سینہ تان کر سب کے سامنے چلیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ ماں جی کو جا

کر سمجھائیں' ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ اس پر اعتراض نہ کریں۔ سیدھی اور آخری بات یہ ہے کہ ہم کسی کے اعتراض کی پروا بھی نہیں کریں گے۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا کھنڈر کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا اس شکستہ کمرے میں آیا' جہاں آزر شیرازی پر تشدد کیا گیا تھا۔ اب اس کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ اسے دوائیں کھلائی جا رہی تھیں۔ ویدنے کہا۔ "چنتا کی کوئی بات نہیں ہے۔ زخم معمولی ہیں' جلد ہی بھر جائیں گے۔"

راج تِلک راٹھور نے وید سے اور سپاہیوں سے کہا۔ "تم سب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے آزر کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں بتایا گیا ہو گا کہ ہم کون ہیں؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "آپ سپہ سالار راج تِلک راٹھور ہیں۔"

"تم نے ہماری بہن پر میلی نظر ڈالی' اس کا انجام دیکھ رہے ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "دیکھ بھی رہا ہوں اور بھگت بھی رہا ہوں۔"

"ہم نے یہاں آ کر تمہیں سزا سے بچایا ہے۔ جانتے ہو کیوں...؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ "صرف اس لیے کہ تم ایک بہت بڑے کلاکار ہو اور ہم کلاکاروں کی قدر کرتے ہیں۔"

"اس قدر دانی کا شکریہ۔"

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم صرف کلاکار ہی نہیں ہمارے مجرم بھی ہو۔ تم نے ہمارے گھر کی عزت تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ہم تمہیں کیسے معاف کر سکتے ہیں؟"

"آپ میری کلا کی قدر بھی کرتے ہیں اور اس کلاکار کو مجرم بھی کہتے ہیں۔ میں تو صرف ایک سنگ تراش ہوں۔ میں نے آپ کی بہن کی مورت بنائی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ مجھے یہ الزام نہ دیا جائے کہ میں نے آپ کے گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔"

"کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے ہماری بہن سے محبت کرنے کی گستاخی نہیں کی ہے؟"

"اگر میں ایسا کرتا تو ایک عاشق دیوانے کی طرح اس مورتی کو اپنے پاس رکھتا لیکن میں نے تو اُسے آپ کی بہن کے حوالے کر دیا تھا۔"

"بے شک' تمہارا یہ عمل کہتا ہے کہ تم بے قصور ہو۔ ہم نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی یہاں آ کر تمہیں سزا سے بچایا ہے۔"

"جب آپ نے سوچ سمجھ لیا ہے تو میرے متعلق کوئی فیصلہ بھی کیا ہو گا؟"

"ہمارا فیصلہ ہے' تمہارے جیسے کلاکار کو بہت بڑا انعام دیا جائے۔ تمہاری کلا کو ولی عہد شہزادہ سلیم کے سامنے پیش کیا جائے۔ شہزادہ فن کا قدردان ہے' اگر اس نے تمہاری قدر کی تو تم راج دربار میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لو گے۔"

نہ تو اسے بارگاہِ شاہی میں جانے کا کوئی شوق تھا اور نہ ہی کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی خواہش تھی۔ وہ تو بس انجلی کا دیوانہ تھا۔ اس کی خاطر جھوٹ سچ بول کر وہاں سے جان بچا کر نکل جانا چاہتا تھا پھر ذرا حالات سازگار ہوتے ہی واپس آ کر اپنی انجلی کو لے کر ان دشمنوں کی پہنچ سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔

اس نے راج تِلک کے سامنے بظاہر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بڑے دَیالو ہیں اگر مجھے راج دربار میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے گا تو میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"کوئی بھی اعلیٰ مقام آسانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے تمہیں کچھ محنت کرنی ہو گی۔ شہزادہ ولی عہد کے سامنے اپنی کلا کا نمونہ پیش کرنا ہو گا۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"تم انجلی کی تقریباً دس یا پندرہ مورتیاں بناؤ گے۔"

آزر نے چونک کر اسے دیکھا۔ جو اپنی بہن سے اسے دور کر دینا چاہتا تھا۔ وہی اس کی مورتی بنانے کو کہہ رہا تھا۔ چشم زدن میں یہ بات سوجھی کہ اس طرح وہ انجلی کو دن رات اپنے قریب اپنے روبرو دیکھ سکتا ہے۔ راج تِلک راٹھور نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ چونک کر بولا۔ "آپ میری یہ حالت دیکھ رہے ہیں۔ مجھ پر تشدد کیا گیا ہے۔ صرف اس غلط فہمی کی بنا پر کہ میں آپ کی بہن کا عاشق ہوں۔ دیوانہ ہوں۔ جبکہ میں صرف ایک کلاکار تھا اور آیندہ بھی رہوں گا۔ اب آپ مجھے اپنی بہن کی مورتیاں بنانے کا حکم دے رہے ہیں۔ ایک نہیں' پندرہ مورتیاں.... اس کے لیے کم از کم دو ماہ یا تین ماہ تک آپ کی بہن کو میرے سامنے رہنا ہو گا۔ وہ روبرو رہے گی' تب ہی میں اس کا چہرہ اور اس کا سراپا ہُو بہُو ڈھال سکوں گا۔"

وہ آزر کو دیکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ مورتی بناتے وقت وہ تمہارے سامنے رہے؟"

''جی ہاں' جب میں نے پہلی بار آپ کی بہن کو دیکھا تو میرے اندر کے کلاکار نے کہا' یہ صورت' یہ سراپا ایک مورتی میں ڈھل جائے گا تو فن کے قدر دان مجھے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے اور میں یہ دیکھ رہا ہوں' آپ واقعی میری قدر کر رہے ہیں۔ مجھے اعلیٰ مقام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔''

''لیکن تم نے تو انجلی کو ایک ہی بار دیکھا تھا۔''

''ایک بار نہیں' بار بار دیکھا تھا۔ میں آپ سے یہ حقیقت نہیں چھپاؤں گا کہ اسے چھپ چھپ کر دیکھتا رہتا تھا اور مورتی بناتا جاتا تھا۔ آپ اُس مورت کو ایک شاہکار سمجھ رہے ہیں۔ جبکہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جب انجلی روبرو رہا کرے گی اور میں اسے مورتی میں ڈھالوں گا تو آپ ایک ایک مورتی کو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔''

وہ کسی حد تک قائل ہو کر بولا۔ ''تم دن رات اس کی مورتی بناؤ گے تو وہ تھک جائے گی۔ تمہارے سامنے ہمیشہ نہیں رہ سکے گی۔''

''میں خود بھی تھک جاؤں گا۔ دن رات کام نہیں کر سکوں گا۔ اس لیے رات سے صبح تک جاگتا رہوں گا اور اسے جگاتا رہوں گا۔ اس کے بعد تمام دن ہم آرام کر سکیں گے۔''

''تمہیں رات کو نہیں' دن کو کام کرنا چاہیے۔''

''میں برسوں سے رات ہی کو کام کرنے کا عادی ہوں۔ دن کو سوتا ہوں' رات کو جاگتا ہوں۔ شاعر ہو' موسیقار ہو' سنگ تراش ہو یا کوئی بھی فنکار ہو۔ وہ رات کی تنہائیوں میں' سکون سے سناٹے میں کام کرتے ہیں۔ ایسے میں کسی تیسرے کی مداخلت ہو تو کام میں خلل پڑتا ہے۔''

اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے پوچھا۔ ''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رات کی تنہائیوں میں انجلی کے ساتھ تنہا رہ کر کام کرو گے؟''

''جس چار دیواری میں کام کروں گا۔ وہاں تنہائی بہت ضروری ہے۔ اس چار دیواری کے باہر آپ مسلح پہرے داروں کے ذریعے ہماری نگرانی کرا سکتے ہیں۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے یہ تدبیر سوچی تھی کہ اپنی بہن کی کم از کم پندرہ مورتیاں مختلف انداز میں بنوائے گا۔ ہر مورتی اپنے اندر ایک عجیب سی کشش رکھے گی۔ ولی عہد شہزادہ سلیم حُسن پرست ہے۔ جب وہ ان مورتیوں کا حُسن ان کی ادائیں' ان کے مختلف انداز دیکھے گا تو انجلی پر فریفتہ ہو جائے گا۔ دیوانہ ہو کر اسے اپنی حرم میں لے آئے گا۔ یوں سوچی سمجھی تدبیر کے مطابق مستقبل کے بادشاہ کا رشتہ دار بن کر سلطنتِ مغلیہ کا بے تاج بادشاہ بن سکے گا۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ آزر کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تم ہمارے آگرہ کے محل میں چلو گے۔ مورتیاں بنانے کے لیے محل کے جس حصے کو پسند کرو گے' وہاں تمہاری ضرورت کا تمام سامان پہنچا دیا جائے گا۔ رات کے پہلے پہر سے تیسرے پہر تک انجلی تمہارے سامنے رہا کرے گی۔ اس چار دیواری کے باہر مسلح داسیاں پہرا دیتی رہیں گی۔ تم دروازے اور دریچے کھلے رکھو گے۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''ایسے تو کام نہیں ہو سکے گا۔ دریچے پر ایک چڑیا بھی آ کر بیٹھے گی تو تنہائی میں خلل پڑے گا۔ میرا ذہن جو ایک ہی کام پر مرکوز ہوتا ہے' وہ منتشر ہو جائے گا۔''

راج تِلک راٹھور پھر سوچ میں پڑ گیا۔ اٹھ کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ وہ بہن کے ذریعے کوئی معمولی جُوا نہیں کھیل رہا تھا۔ شاہی خاندان سے رشتے داریاں استوار کرنے کے لیے اسے حالات سے سمجھوتا کرنا ہی تھا۔

آخر اس نے بے بسی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم جو چاہو گے' وہی ہوگا لیکن مورتیاں ایسی شاہکار ہوں کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے اور ساری دنیا کو بھول جائے۔''

''انشاءاللہ۔ ایسا ہی ہوگا۔''

پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''مقدر مجھ پر مہربان ہے۔ انجلی کو مجھ سے دور کیا جا رہا تھا۔ اب خود ہی اس کا بھائی اپنی بہن کو ہر رات میرے پاس پہنچانے والا ہے۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں.... صیاد اپنے دام میں خود آپ آ گیا....''

☆☆☆

دینِ الٰہی کے جگت گرو کو سیاسی حالات کمزور بنا رہے تھے۔ دستِ راست ابوالفضل کی ہلاکت نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ دینِ اسلام کا تحفظ کرنے والے مجاہدین کے ہاتھوں اس کے بڑے بڑے پنڈت اور علما مارے گئے تھے۔ باقی جو پرچار کرنے والے پنڈت اور علما رہ گئے تھے۔ وہ انتہائی خود غرض اور مفاد پرست تھے۔ انہوں نے دینِ الٰہی کو کاروبار بنا لیا تھا۔

اگر رعایا میں سے دس افراد دینِ الٰہی قبول کرتے تھے تو پنڈت اور علما بادشاہ اکبر کے سامنے ہزاروں کی تعداد پیش کرتے تھے اور ان ہزاروں کی بیروزگاری دور کرنے' ہندوؤں اور مسلمانوں کی شادیاں کرنے کے لیے شاہی خزانے سے آئے دن لاکھوں روپے وصول کرتے رہتے تھے۔

جلال الدین اکبر گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا اور سمجھ

رہا تھا۔ اسے چند مہینوں یا چند برسوں میں اپنا یہ نیا مذہب کمزور ہوتا اور نابود ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

اور ایسے ہی وقت اس کا لاڈلا شہزادہ شیخو بابا باغی ہو گیا تھا۔ بغاوت کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ وہ دینِ الٰہی کے خلاف تھا۔ اپنے بابا جانی بادشاہ وقت کے روبرو خاموش رہتا تھا۔ باپ کا لحاظ کرتا تھا لیکن نام نہاد علما اور پنڈتوں کا محاسبہ کرتا رہتا تھا۔

بغاوت کی دوسری وجہ مہرالنسا (نور جہاں) تھی۔ وہ اسے منکوحہ بنا کر حرم میں لانا چاہتا تھا لیکن جلال الدین اکبر نے اس کی مخالفت کی تھی اور بردوان کے صوبیدار علی قلی خان عرف شیر افگن سے مہرالنسا کی شادی کرا دی تھی۔ باپ کے اس اقدام نے بیٹے کو ضدی اور سرکش بنا دیا تھا۔ ان سیاسی حالات کے پس منظر میں آزر شیرازی آگرہ پہنچ گیا۔ وہاں راج تِلک راٹھور کی ایک محل نما عمارت تھی۔ اس محل کے ایک دور اُفتادہ گوشے کو آزر کے لیے وقف کر دیا گیا۔ سنگ تراشی کا تمام ضروری سامان وہاں مہیا کر دیا گیا۔

انجلی کے ماں باپ اس بات پر معترض تھے کہ ان کی بیٹی ہر رات اس مسلمان کے پاس جایا کرے گی اور رات کے پچھلے پہر آیا کرے گی۔ ماں نے کہا۔ ''میں اس بات سے مطمئن نہیں ہوں کہ صرف داسیاں اس بند کمرے کے باہر پہرا دیتی رہیں گی۔ میں بھی رات کو وہاں رہا کروں گی۔''

اس کے پتی دیو نے کہا۔ ''تم وہاں بند کمرے کے باہر رہ کر کیا کر لو گی؟''

''میں بند دروازوں اور کھڑکیوں کے پاس رہ کر سُن گُن لیتی رہوں گی۔ کچھ تو معلوم ہوگا کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟''

ان کے بیٹے راج تِلک راٹھور نے اپنی آنکھوں میں ایسے خواب سجائے تھے۔ اتنی زبردست پلاننگ کی تھی کہ اس پر عمل کرنے کے لیے اعتراضات کرنے والے ماں باپ کا بھی منہ بند کر دیتا تھا۔ اس نے کہہ دیا۔ ''ماں جی...! آپ کو وہاں جانے کی اور کسی طرح کی سُن گُن لینے یا ٹوہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنی بہن کا اچھا بُرا خوب سمجھتے ہیں۔''

ماں نے کہا۔ ''بیٹے ....! کچھ تو سوچو' ان پہرا دینے والیوں میں کوئی تو پیٹ کی ہلکی ہوگی۔ باہر تک خبر پہنچائے گی کہ ہم اپنی بیٹی کو رات کے وقت ایک مسلمان کے پاس بھیجتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''ہمارے محل میں جتنی مسلح داسیاں ہیں۔ وہ سب ہماری وفادار اور نمک حلال ہیں۔ گھر کی بات باہر نہیں جائے گی۔''

پہلی رات جب انجلی آزر کے بند کمرے میں آئی تو خوش بھی تھی اور شرما بھی رہی تھی۔ آزر سحر زدہ سا ہو کر اس کے شرمانے اور لجانے کی ادائیں دیکھ رہا تھا اور اپنے ذہن میں محفوظ کر رہا تھا کہ ایک شرمیلی دوشیزہ کا مجسمہ کیسے تراشے گا؟ وہ اس کی حیا کے اظہار کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور نظارۂ حُسن سے محظوظ ہو رہا تھا۔

وہ شرماتے ہوئے بولی۔ ''تم نے بڑی چالاکی سے میرے بھیا کو رام کیا ہے اور مجھے پتا نہیں کتنی راتوں تک اپنے پاس بلاتے رہو گے؟''

اس نے قریب آ کر پوچھا۔ ''کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

اس نے چور نظروں سے بند کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھا پھر یکبارگی اس سے لپٹ گئی۔ اس نے جب سے سنا تھا کہ وہ اس کی مورتیاں بنانے والا ہے اور آگرہ پہنچ کر تنہائی میں اس کے ساتھ راتیں گزارنی ہیں' تب سے وہ بے چین ہو گئی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ تنہائی میں سیلاب کے آگے بند نہیں باندھ سکے گی۔

اور یہ حقیقت بھی تھی۔ بند کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو' سیلاب کے ایک ہی ریلے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بند بھی ایک ایک کر کے ٹوٹتے چلے گئے۔ وہ کلاکار تھا۔ اس کی سانسوں کا پنچھی چہرے کے ایک ایک نقوش پر اُتر رہا تھا۔ کبھی پرواز کر رہا تھا' کبھی کہیں پہنچ رہا تھا۔ اس کے سراپے کے ایک ایک اتار چڑھاؤ کو مجسمے میں ڈھالنا تھا۔ اس لیے بدن کے ایک ایک ناپ تول کا حساب ذہن میں محفوظ کرتا جا رہا تھا۔

رات کا تیسرا پہر گزرا تو وہ بچھڑتے وقت رونے لگی۔ کہنے لگی۔ ''یہ تم نے کیا کر دیا ہے؟ اب میں تم سے الگ نہیں رہ سکتی۔''

وہ [illegible] ہے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ ''ہر جدائی کے بعد ملن کی رات آئے گی۔ ہم ایک دوسرے کے مقدر میں لکھے گئے ہیں۔ آنسو اچھی طرح پونچھو اور ہشاش بشاش ہو کر یہاں سے جاؤ۔ تاکہ کسی کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔''

آنے والی رات پھر ملن کی ہوگی۔ اس لیے وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی آزر نے دروازہ بند کر دیا پھر بستر کے نیچے سے ایک مورتی نکالی۔ وہ مکمل نہیں تھی۔ اس کا صرف سراپا تھا۔ اس نے دن کے وقت ہی اسے تراش لیا تھا۔ تاکہ راج تِلک راٹھور صبح کسی وقت آ کر پچھلی رات کی کارکردگی دیکھنا چاہے تو اسے معلوم ہو کہ وہ رات بھر کام کرتا

کہتے ہو' وہ ہماری انجلی کی مورتیاں دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جائے گا؟ مگر کیسے ہوگا؟ اس کے دل و دماغ پر تو مہر النسا چھائی ہوئی ہے؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''شہزادہ عاشق نہیں ہے۔ ضدی ہے۔ اسے یہ ضد ہو گئی ہے کہ مہابلی نے مہر النسا کو اس سے چھین کر سیر افگن کی جھولی میں ڈال دیا ہے۔ شہزادہ اسے دوبارہ حاصل کر لے گا تو اُس کی ضد پوری ہو جائے گی پھر وہ مہر النسا کو حرم میں لا کر بھول جائے گا۔ وہ کوئی عاشق نہیں ہے۔ صرف حُسن پرست ہے۔''

''اگر وہ ہماری انجلی کو پسند کرلے گا تو اسے بھی حرم میں لانے کے بعد بھول جائے گا۔''

''آپ خواہ مخواہ بحث کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری انجلی کتنی سُندر ہے؟ مہر النسا اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ انجلی کا جادو ایسا سر چڑھ کر بولے گا کہ...''

وہ بولتے بولتے رُک گیا پھر جھنجلا کر بولا۔ ''ہم اس کے بھائی ہیں اور آپ پتا ہیں۔ ہم کھل کر کیسے بولیں کہ انجلی کا جادو کس طرح سر چڑھ کر بولے گا؟ مگر جب تک جادو بولتا رہے گا' تب تک ہم بہت سے فائدے حاصل کر چکے ہوں گے۔''

بیٹے کو برتری حاصل تھی۔ باپ اس کی مرضی کے خلاف زیادہ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ ایک ماہ بعد انجلی کی ماں نے پریشان ہو کر اس کے باپ سے کہا۔ ''آپ بیٹی کو دیکھ رہے ہیں۔ کیسی بدل گئی ہے؟''

باپ نے پوچھا۔ ''بدل گئی ہے....؟ ہم کچھ سمجھے نہیں.....؟''

''آپ سمجھیں گے بھی نہیں۔ عورت' عورت کو سمجھتی ہے۔ انجلی اب پہلے جیسی معصوم نہیں رہی ہے۔ ایک باپ کے سامنے کہنا تو نہیں چاہیے مگر کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتی۔ اس کے کولہے بھاری ہو گئے ہیں۔ چولی تنگ ہونے لگی ہے۔ وہ اسے تنگ کر رہا ہوگا اور آپ یہاں انجان بنے بیٹھے ہیں۔''

باپ کو شرم آئی۔ وہ منہ پھیر کر بولا۔ ''بیٹا ہمیں تنگ کر رہا ہے۔ ہم کچھ بھی کہیں گے تو وہ ہماری نہیں سنے گا۔ اپنی ہی من مانی کرتا رہے گا۔''

ماں نے کہا۔ ''میں تو بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہوں کہ وہ مسلمان مر جائے یا ہمیں موت آجائے۔ اس بڑھاپے میں ایسا تماشا تو نہ دیکھیں۔''

رام تِلک راٹھور کی یہ تشویش بھی بجا تھی کہ شہزادہ سلیم مہر النسا کے عشق میں گرفتار ہے۔ وہ انجلی کو یا کسی اور کو اپنے دل و دماغ میں جگہ نہیں دے گا۔ شہزادہ سلیم کے امرا اور مشیر خاص سمجھا رہے تھے کہ اُسے مہابلی سے بغاوت نہیں کرنی چاہیے۔ وہ باپ کا جانشین ہے۔ تخت و تاج اسی کو ملنے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مہابلی طیش میں آ کر اپنا فیصلہ بدل دیں اور تخت و تاج کا جانشین کسی دوسرے شہزادے کو بنا دیں۔

شہزادہ سلیم نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''ہم بابا جانی کا دل ہیں۔ ان کی جان ہیں۔ وہ ہمیں شیخو بابا کہتے ہیں۔ انہیں خواہ کتنا ہی غصہ آئے' وہ ہم سے تخت و تاج نہیں چھینیں گے۔''

ایک امیر نے کہا۔ ''آپ بھی ان کے پیار کا جواب پیار سے دیں۔ مہر النسا کی خاطر انہیں طیش دلانا مناسب نہیں ہے۔''

اس نے کہا۔ ''جب تک بابا جانی بقیدِ حیات ہیں۔ تب تک ہم شیر افگن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی مہر النسا کو حاصل کر سکیں گے۔ ہم بابا جانی کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتے ہیں۔ انہیں ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے لیکن مصلحتاً بغاوت کر رہے ہیں۔ شیر افگن کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہم خود ہی بابا جانی کے قدموں میں جُھک جائیں گے۔ وہ ہماری ساری غلطیاں بھول کر ہمیں ضرور معاف کریں گے۔''

اسے نور جہاں کی طلب تھی۔ وہ اس کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا۔ شام ہوتے ہی پینا شروع کرتا تھا پھر پیتے پیتے مدہوش ہو کر سو جاتا تھا۔ ایسے وقت بیگمات کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اور حرم کی کنیزوں سے بھی رجوع نہیں کرتا تھا۔ اس نے جیسے قسم کھالی تھی کہ جب تک مہر النسا کو حاصل نہیں کرے گا۔ تب تک کسی حسینہ کی طرف مائل نہیں ہوگا۔ بس پیتا رہے گا۔ غم غلط کرتا رہے گا اور جو مطالبہ غلط ہے۔ اسے ہر حال میں صحیح کہتا رہے گا۔

مہر النسا علی قلی خاں عرف شیر افگن کی زوجہ کی حیثیت سے بردوان میں تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ ضدی شہزادہ اسے حاصل کر کے ہی رہے گا۔ وہ بہت ذہین تھی۔ دور تک سوچتی تھی کہ جو آج ولی عہد ہے' وہ کل کا بادشاہ ہوگا۔ وہ اپنی دُور رَس نگاہوں کے سامنے خود کو ہندوستان کی ملکہ کی حیثیت سے دیکھتی رہتی تھی۔

تاریخ میں مختلف مؤرخین نے مہر النسا عرف نور جہاں کو مختلف روپ میں پیش کیا ہے۔ کوئی مورخ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ شیر افگن کی ایک پاکباز بیوی تھی۔ شہزادہ سلیم عرف جہانگیر کی طرف مائل نہیں تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے قتل پر احتجاج کیا تھا۔ بیوہ ہونے کے بعد ایک طویل عرصے تک جہانگیر کی

رہا ہے۔

ابھی صبح ہونے میں تین گھنٹے باقی تھی۔ وہ آرام سے بیٹھ کر انجلی کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے ذہن میں تازہ کرنے لگا اور پھر اسی کے مطابق اس مورتی پر چہرے کے نقوش اتارنے لگا۔

دوسری صبح راج تِلک راٹھور نے وہاں آکر دیکھا۔ کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ وہ اسے پوری طرح کھولتا ہوا اندر آیا۔ آزر شیرازی گہری نیند میں تھا۔ اس کے قریب مختلف اوزار کے درمیان ایک مورتی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے قریب آکر دیکھا۔ اگرچہ چہرے کے نقوش واضح نہیں تھے لیکن انجلی کی صورت ہلکی ہلکی سی جھلک رہی تھی۔ سراپا بھی واضح نہیں تھا مگر یہ معلوم ہو رہا تھا کہ انجلی شرمائی سی لجائی سی بڑی ہی پُرکشش اداؤں کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے۔

اس نے خوش ہو کر آزر شیرازی کی طرف دیکھا۔ یہ اطمینان ہوا کہ وہ رات بھر کام کرتا رہا تھا پھر اس نے زنان خانے میں پہنچ کر بہن کو دیکھا۔ وہ بھی گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''بیچاری ساری رات لجائی شرمائی سی کھڑی رہی تھی۔ تب ہی آزر انجلی کا ایسا ہی مجسمہ تیار کرتا رہا تھا۔''

وہ بہن کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیر کر وہاں سے چلا آیا۔ آزر دن کے دوسرے پہر تک سوتا رہا پھر بیدار ہو کر کچھ کھانے پینے کے بعد دروازہ بند کر کے اوزار لے کر بیٹھ گیا اور مورتی کے نقوش ذرا واضح کرنے لگا۔ کسی حد تک اس کے بدن کے نشیب و فراز کو بھی اُجاگر کیا۔ یعنی اس حد تک کام کر دیا کہ آیندہ دوسری صبح راج تِلک راٹھور اس مورتی کو دیکھ کر پھر مطمئن ہو جاتا کہ اس نے اچھا خاصا کام کیا ہے۔

دوسری رات بھی اس نے اور انجلی نے دیوالی منائی۔ ایسی دیوالی منائی کہ غیرت مند کہلانے والے راجپوت کو اپنے دیوالیہ ہونے کا شبہ تک نہ ہو سکا۔ وہ اندھا سوداگر تھا۔ بہن کی جوانی کو شاہی حرم میں پہنچا کر اندھا معاوضہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ دانے دانے پر کھانے والا کا نام لکھا ہوتا ہے۔ انجلی کے ایک ایک نقش پر' بدن کے ایک ایک زاویے پر آزر شیرازی کا نام لکھا ہوا تھا اور.....لکھا ہوا تو پورا ہوتا ہی ہے۔

اس نے پانچویں دن وہ مورتی مکمل کی۔ راج تِلک نے آکر اسے دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اسے دور سے دیکھتے ہی یوں لگتا تھا' جیسے انجلی زندہ سانس لیتی ہوئی شرماتی لجاتی سی کھڑی ہوئی ہے۔

اس نے کہا۔ ''تمہاری کلا کا جواب نہیں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم نے جی جان سے اسے بنایا ہے لیکن بڑی دیر کی ہے۔ ہم نے سنا ہے' تم نے پہلی مورتی ایک یا دو دن میں بنا دی تھی؟''

وہ بولا۔ ''میں نے پہلی مورتی صرف ایک ہی رات میں بنائی تھی۔ وہ اس لیے کہ وہ مٹی کی مورت ہے اور یہ پتھر سے تراشی گئی ہے۔ پتھر کو تراشنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ آپ کہیں تو میں مٹی کی مورتی بنانا شروع کر دوں۔ ہر تیسرے دن ایک نئی مورتی تیار ہو جائے گی۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''نہیں' جو سُندرتا اور کشش اس پتھر کی مورتی میں ہے' وہ مٹی کی مورت میں نہیں آسکتی۔ کوئی بات نہیں۔ ہر پانچ راتوں کے بعد ایک مورتی تیار کرو۔ اس طرح ڈھائی مہینے میں کم از کم پندرہ مورتیاں تیار ہو جائیں گی۔''

اگلی پانچ راتوں کے بعد ایک اور مورتی تیار ہو گئی۔ وہ اسے بھی دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ ''تم غضب کے کلاکار ہو اگر ایسی ہی مورتیاں بناتے رہے تو دربارِ شاہی میں تمہاری واہ واہ ہو جائے گی۔ ولی عہد ضرور تمہیں کوئی بہت بڑا عہدہ دیں گے۔''

پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''پتا نہیں تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ مگر شاہی خاندان سے ہماری رشتے داری پکی ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔''

وہ اپنی انگلی سے ہیرے کی ایک انگوٹھی اُتار کر آزر کو پہناتے ہوئے بولا۔ ''یہ بہت قیمتی ہیرا ہے۔ اس کے بعد بھی تمہیں انعام ملتا رہے گا۔ دل لگا کر ایسی ہی شاہکار مورتیاں بناتے رہو۔''

وہ اس کے شانے کو تھپک کر وہاں سے چلا آیا۔ اپنی خوابگاہ میں پہنچا تو اس کا باپ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ہم آگرہ سے دہلی تک کی خبر رکھتے ہیں۔ یہ سننے میں آرہا تھا کہ مہابلی اور ولی عہد کے درمیان زبردست کشیدگی ہے۔ شہزادہ سلیم باغی ہو گیا ہے اور اس کی بغاوت کی وجہ مہر النسا ہے۔''

بیٹے نے کہا۔ ''راج گھرانوں میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے مگر آپ کیوں پریشان ہیں؟ اس طرح سر جھکائے کیوں بیٹھے ہیں؟''

''یہ بات ہر ایک کی زبان پر ہے کہ شہزادہ مہر النسا کا عاشق ہے۔ اس کا دیوانہ ہے۔ اگرچہ وہ پرائی ہو گئی ہے پھر بھی وہ اسے حاصل کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ تم

طرف مائل نہیں ہوئی تھی پھر اس نے حالات سے سمجھوتا کرلیا تھا۔

بعض مؤرخین دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ مہرالنسا بہت ہی دور اندیش اور مصلحت اندیش تھی۔ حالات کا رخ دیکھ کر اپنے ارادے اور فیصلے بدل دیتی تھی۔ عقل و دانش کی حامل کوئی بھی عورت ہو وہ سب سے نمایاں مقام حاصل کرنا اور کسی ملک کی حکمران بننا ضرور چاہتی ہے۔ اس کے ذہن میں بھی یہ بات نقش ہو چکی تھی کہ مستقبل کا بادشاہ اس کے عشق میں مبتلا ہے۔ لہٰذا عشق کے شعلوں کو ہوا دیتے رہنا چاہیے۔

شہزادہ سلیم الٰہ آباد میں تھا اور وہ بردوان میں تھی۔ رد و ملاقات کی کوئی سبیل نہ تھی۔ نہ یہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی معشوق و مطلوب تک پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی بہانے اس سے مل سکتی تھی۔

پھر بھی مہرالنسا نے شہزادے کو اپنا دیوانہ بنائے رکھنے کی تدبیر کی۔ اس نے اپنی چند کنیزوں کو اپنا راز دار بنالیا۔ وہ کنیزیں حرم سرا کے باہر اپنے عاشقوں سے ملتی تھیں اور ان کے ذریعے مہرالنسا کا پیغام شہزادہ سلیم تک پہنچاتی تھیں۔

پیغام نہایت مختصر ہوتا تھا۔ وہ اپنے طالب کو تڑپانا ترسانا جانتی تھی۔ لہٰذا اس نے پہلی بار بڑے ہی اختصار سے لکھا۔ ''ایک محبت کرنے والی عورت کے دل میں پہلا تاثر ہی آخری تاثر ہوتا ہے۔ وہ اس پہلے تاثر کو کبھی بھلا نہیں پاتی۔ کیا آپ کو ہماری پہلی ملاقات یاد ہے؟''

شہزادہ اس مختصر سی تحریر کو پڑھ کر تڑپ گیا۔ اس تحریر نے سمجھا دیا کہ مہرالنسا پرائی ہونے کے باوجود اُسی کو یاد کرتی ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ شہزادے کو پہلی ملاقات اور محبت کے ابتدائی ایام یاد بھی ہیں یا نہیں؟

شہزادہ سلیم کی نگاہوں کے سامنے پہلی ملاقات کا منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ جشنِ نوروز کے موقع پر مینا بازار کی سیر کو نکلا تھا۔ وہ مینا بازار شاہی بیگمات اور دیگر اعلیٰ خاندان کی خواتین کے لیے منعقد کیا جاتا تھا۔ اس بازار میں عورتیں دکاندار ہوتی تھیں اور عورتیں ہی خریدار ہوتی تھیں۔ طرح طرح کے کھیل تماشوں کا اہتمام بھی عورتیں ہی کرتی تھیں۔ اُس مینا بازار میں بادشاہ اور شہزادوں کے سوا کسی مرد کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

حرم سرا کی چار دیواری میں اور اپنے اپنے گھروں کے اندر پردے میں رہنے والی خواتین اس بازار میں آزادی سے گھومتی پھرتی تھیں۔ نوجوان عورتیں اور نوخیز دوشیزائیں رنگا رنگ ملبوسات میں دور تک چمکتی اور چہکتی دکھائی دیتی تھیں۔ ہر طرف رنگ و نور کا جلوہ شوقِ دید کو پکارتا رہتا تھا۔ ایسے ہی حسن و شباب کے میلے میں شہزادہ سلیم نے پہلی بار مہرالنسا کو دیکھا تھا۔

داستان کے اس موڑ پر انجلی اور آزر شیرازی کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آزر نے کمبھ کے میلے میں انجلی کو دیکھا تھا اور اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا۔ دوسری طرف شہزادہ سلیم نے مینا بازار میں آکر حُسن و شباب کے میلے میں مہرالنسا کو دیکھا تو دیکھتے ہی اپنا دل ہار گیا۔

آزر اور سلیم دونوں کے عشقیہ حالات ایک جیسے تھے۔ ایک کی مخالفت بادشاہِ وقت نے کی۔ مہرالنسا کو چھین کر دوسرے کی جھولی میں ڈال دیا۔ دوسرے کی مخالفت انجلی کے باپ اور بھائی کر رہے تھے۔ بھائی نے تو بہن کو شاہی حرم میں پہنچانے کا پکا منصوبہ بنالیا تھا۔ وہ اُس پر عمل کر رہا تھا۔ دونوں عاشقوں کے مقدر میں کیا لکھا ہے، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

اس وقت شہزادہ سلیم مہرالنسا کی مختصر سی تحریر کو پڑھ کر اُن لمحات کو یاد کر رہا تھا۔ جب وہ پہلی بار اس کی نگاہوں کے سامنے آئی تھی۔ وہ مینا بازار میں دوسری خواتین سے ذرا دور پھولوں کے کنج میں ایک پھول کی طرح کھلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ شہزادہ اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔

مہرالنسا ایک اجنبی شہزادے کو دیکھ کر اس سے کترانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے سامنے آکر بولا۔ ''بادشاہ اور شہزادوں سے کوئی دوشیزہ پردہ نہیں کرتی۔''

وہ بولی۔ ''ہم نے کبھی کسی نامحرم سے بات نہیں کی۔ خدارا! ہمیں جانے دیں۔''

''ہم نے کہا ناں، بادشاہ اور شہزادے نامحرم نہیں کہلاتے۔ جانتی ہو، ہم ولی عہد شہزادہ سلیم ہیں؟''

مہرالنسا نے چونک کر نظریں اٹھا کر دیکھا تو اس کی سہمی ہوئی سی، چونکنے والی ہرنی جیسی آنکھیں شہزادے کے دل و دماغ میں نقش ہو گئیں۔ دھڑکنوں کو تیز کرنے لگیں۔ اس کے شرمانے اور کترانے کی ادائیں ایسی دل نشیں تھیں کہ وہ اسے دیکھتا ہی چلا گیا۔

وہ ذرا ایک قدم پیچھے ہوتے ہوئے بولی۔ ''مہابلی کا حکم ہے، مینا بازار میں کوئی شہزادہ کسی دوشیزہ کو ہاتھ نہ لگائے۔ دور ہی سے گفتگو کرے۔''

اس نے کہا۔ ''تم دیکھ رہی ہو، ہم تم سے فاصلہ رکھے ہوئے ہیں۔ خدا گواہ ہے، ہم جبر کرنے نہیں، تمہیں پیار سے راضی کرنے آئے ہیں۔ اس پہلی ملاقات میں کوئی بہت ہی

قیمتی تحفہ دینا چاہتے ہیں۔ بولو۔ تم کیا چاہتی ہو؟ تمہاری پسند کیا ہے؟''

''آپ ہم سے ہماری پسند نہ پوچھیں۔''

''بادشاہ اور شہزادوں کے احکامات کی تعمیل لازمی ہوتی ہے۔ ہم حکم دیتے ہیں، ہمیں بتاؤ، تمہاری پسند کیا ہے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''یہاں مینا بازار کی ایک دکان میں ایک آتشی ہیرا ہے۔ بہت ہی قیمتی ہے۔ اتنا قیمتی کہ ہم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔ وہ ہمیں پسند ہے۔ ہم اُسے چھونا چاہتے ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''بس اتنی سی بات ہے؟ وہ آتشی ہیرا ہم نے بھی دیکھا ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ ہم ابھی اسے لے کر آتے ہیں۔''

مہرالنسا نے سر جھکا لیا۔ اس نے پوچھا۔ ''ہمارے جانے کے بعد یہاں سے چلی تو نہیں جاؤ گی؟ ہمیں دھوکا تو نہیں دو گی؟''

مہرالنسا نے انکار میں سر ہلایا۔ اس وقت شہزادے کے ہاتھوں میں دو کبوتر تھے۔ اس نے ان دو کبوتروں کو مہرالنسا کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری امانت ہے۔ اگر انہیں لے کر ہم سے چھپنا یا کہیں چلی جانا چاہو گی تو امانت میں خیانت کرنے والی کہلاؤ گی۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا اور جاتے جاتے اسے کبوتروں کو سنبھالنے کی ذمے داری سونپ گیا۔ اب وہ اس کی امانت واپس کیے بغیر وہاں سے جا نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا اس کا انتظار کرنے لگی۔

شہزادہ وہ آتشی ہیرا خرید کر واپس آیا تو مہرالنسا کے ہاتھوں میں دو کبوتروں کے بجائے ایک ہی کبوتر دکھائی دیا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اس سے نظریں چرا رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''ایک کبوتر کیا ہوا؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''صاحب عالم! وہ۔ وہ تو اُڑ گیا......''

اُس کا حسن و جمال اور لہجے کی سادگی شہزادے کو سحر زدہ کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''کیسے اُڑ گیا....؟''

وہ اپنے آپ میں سمٹتے ہوئے بولی۔ ''کیا بتائیں؟ کیسے بتائیں؟''

''ہمیں بتاؤ.... یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہاتھوں سے کیسے نکل گیا...؟''

مہرالنسا نے دوسرے کبوتر کو فضا میں اچھالتے ہوئے کہا۔ ''ایسے....''

وہ دوسرا کبوتر بھی اُڑتا چلا گیا۔ اس نے اتنی معصومیت سے دوسرے کبوتر کو اُڑایا تھا کہ شہزادہ جہانگیر پہلے تو دم بخود رہ گیا۔ اس عنوانِ شباب کی شوخ ادائی پر دل ہی دل میں لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ اس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کا ایک ہاتھ تھام لیا۔

وہ کسمساتے ہوئے بولی۔ ''خدارا! ایسی جرأت نہ کریں۔ ہمارا ہاتھ چھوڑ دیں۔''

وہ بولا۔ ''ایک قیمتی تحفہ دینے والا ہاتھ پکڑنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ لو۔''

اس نے نرم و گداز سی ہتھیلی پر اس آتشی ہیرے کو رکھ دیا۔ شہزادے کے مزاج میں رومانیت تھی۔ وہ مہرالنسا کی سادگی اور ادائے دلبری سے بے حد متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ اس دور کے ایک شاعر شیخ عاقل نے مستقبل کی نورجہاں اور جہانگیر کے اس رومانی واقعے کو بڑی خوبصورتی سے فارسی میں لکھا ہے۔

دو کبوتر دادا اور شاہزادہ
پرواز کبوتر دل نہادہ
دگر چوں دیدہ دست آں ہمہ ناز
کبوتر کردہ بود از دست پرو
از پر سیدش چہ کر دی آں کبوتر
بگفتا وقت از دستم سراسر
دگر پرسید چوں رفتہ بگر ناز
بگفتا این چنیں کردست پرواز
چنیں گفت و کبوتر داد پرواز
ادائیش لطف پیدا کرد باناز
جوائیش در ادائے دلبری دید
تبسم کرد طرحش را پسندید
دل شہزادہ را حسن و ادائیش
بہم آموخت عشق فتنہ زائیش

جب دل سے دل ملتے ہیں تو چوری چھپے ملاقات کی راہیں بھی ہموار ہونے لگتی ہیں۔ انجلی اور آزر شیرازی کی چور ملاقاتوں کی راہ ایسی ہموار ہوئی تھی کہ کوئی ان پر شبہ نہیں کرسکتا تھا لیکن ایک رات مہرالنسا اور سلیم کی چوری پکڑی گئی۔ جلال الدین اکبر نے شہزادے کو طلب کیا پھر پوچھا۔ ''جب تمہیں شادیاں کرنے اور کنیزیں رکھنے کی کھلی اجازت ہے تو یوں چھپ چھپ کر ملنا کیا معنی رکھتا ہے؟''

شہزادے نے کہا۔ ''ہمارے بابا جانی بہت ہی فراخ دل ہیں۔ ہمیں ہر بات کی کھلی اجازت دیتے ہیں لیکن اپنی

پسند سے شادی کرنے نہیں دیتے۔ جبکہ ہم مہرالنسا کو اپنی منکوحہ بنانا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ اکبر نے کہا۔ "یہ خیالِ خام دل سے نکال دو۔ مہرالنسا اعلیٰ خاندان سے ضرور ہے لیکن شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ ہماری سیاسی مصلحتوں کو سمجھو۔ راجا راول بھیم سر کشی پر آمادہ تھا۔ ہم اس کی بیٹی کو اپنی بہو بنانے کا وعدہ کر کے اسے اپنے زیرِ اثر لے آئے ہیں۔ تمہاری شادی اس راج گھرانے میں ہوگی اور تم جانتے ہو کہ ہمارا فیصلہ پتھر کی لکیر ہوا کرتا ہے۔"

مختصر یہ کہ اس پتھر کی لکیر نے مہرالنسا کو شیر افگن کی جھولی میں ڈال دیا اور شہزادہ سلیم کو باغی بنا دیا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی سے کوئی چیز چھین لی جائے تو اسے حاصل کرنے کے لیے بے چینی، تڑپ اور ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ اب آزر شیرازی کی زندگی میں بھی وہ مرحلہ آرہا تھا۔ انجلی اس سے چھن جانے والی تھی۔ کیونکہ اس کی پندرھویں مورتی بھی تیار ہو چکی تھی۔

اس کے بعد نہ تو اس کی مورتی بنانے کی اجازت ملنے والی تھی اور نہ ہی وہ راتوں کو اس کی تنہائی میں آنے والی تھی۔ جدائی کے لمحات للکار رہے تھے اور پوچھ رہے تھے۔ "اب ان کا کیا بنے گا....؟"

راج تِلک راٹھور ان مورتیوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ ایسی شاہکار مورتیاں تھیں کہ پہلی ہی نظر میں نگاہوں کو اور دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ اسے پورا یقین تھا، ولی عہد شہزادہ سلیم اس کی بہن کا اسیر ہو جائے گا۔

اس نے متوقع کامیابی کی خوشی میں آزر کو انعام دیا اور کہا۔ "آج کے بعد تم یہاں سے دور ایک الگ مکان میں رہو گے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ تمہارے جیسے بے مثال کلاکار کو شاہی دربار میں طلب کیا جائے۔"

پھر اس نے بہن کو حکم دیا۔ "آج سے تم اس محل کی چار دیواری میں رہو گی۔ باہر قدم نہیں نکالو گی۔"

پھر اس نے داسیوں کو حکم دیا۔ "انجلی کو روز دودھ سے نہلایا جائے۔ اور گلاب کی پتیوں سے بدن کو خشک کیا جائے۔ وہ حسین ہے، اس کے حُسن کو اور سحر انگیز بناتی رہو گی تو تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔"

وہ اپنی بہن کو ولی عہد کے سامنے پیش کرنے سے پہلے حُسن و دلکشی کے ایک ایک پہلو کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ انجلی خوب سے خوب تر ہو کر جائے گی تو وہاں بجلی گرا کر ہی رہے گی۔

ان دنوں جلال الدین اکبر اور شہزادہ سلیم کے درمیان صلح ہو گئی تھی۔ شہزادے نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تخت و تاج کا وارث بننے کے بعد ہی اپنی مہرالنسا کو حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے باپ کے سامنے پہنچتے ہی قدموں میں گر کر معافی مانگی تو باپ نے اسے گلے سے لگا لیا۔

شہزادہ بہت خوش تھا۔ ایسے ہی وقت راج تِلک راٹھور نے اس کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا۔ "ولی عہد کا اقبال بلند رہے..... ایران سے ایک بے مثال سنگ تراش آیا ہے۔ وہ ایسے خوبصورت مجسمے تراشتا ہے کہ حضور دیکھیں گے تو اس کے فن کی داد دیے بغیر نہیں رہیں گے۔"

شہزادے نے کہا۔ "ہم ایسے فنکار کا تخلیقی شاہکار ضرور دیکھنا چاہیں گے۔ اس کے بنائے ہوئے مجسموں کی نمائش کا انتظام کیا جائے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ راج تِلک راٹھور نے وہ پندرہ مجسمے محل کے ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا دیے۔ ہر مجسمے کو جگہ جگہ اس طرح رکھا گیا کہ وہ روشنی میں پوری وضاحت سے دکھائی دیں۔ شہزادہ سلیم نے وہاں پہنچ کر پہلی مورتی کو دیکھا تو واہ واہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔ شوقِ دید میں اور تحریک پیدا ہوئی تو وہ دوسری مورتیوں کو بھی دیکھتا چلا گیا۔ ہر مجسمے میں انجلی کے حسن و شباب کو مختلف اداؤں سے اور مختلف انداز سے اُجاگر کیا گیا تھا۔

شہزادے کی نگاہیں ہر مورتی پر ٹھہر ٹھہر جاتی تھیں۔ انجلی رنگا رنگ لباس میں کہیں رقص کا انداز پیش کر رہی تھی۔ کہیں شرمائی لجائی سی کھڑی تھی۔ کہیں سیج پر لیٹی بڑے ہی جذباتی انداز میں کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ ہر مجسمہ شوق کو بھڑکا رہا تھا اور دل کو دھڑکا رہا تھا۔

"کون ہے یہ....؟ یہ کون ہے....؟ کیا کوئی دوشیزہ ایسی حسین اور ایسے رَس بھرے جوبن والی ہو سکتی ہے؟"

شہزادہ گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا اور جھوم جھوم کر پوچھ رہا تھا۔ راج تِلک راٹھور نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ "صاحبِ عالم! یہ اس ناچیز خاکسار کی چھوٹی بہن ہے۔ ابھی سولھویں سال میں لگی ہے۔"

شہزادے نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا واقعی.....؟ کیا یہ حسین مورتی تمہارے گھر میں جیتی جاگتی سانسیں لے رہی ہے....؟"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایک بے مثال سُندرتا نے میرے گھر میں جنم لیا ہے اور صاحبِ عالم حُسن نظر رکھتے ہیں۔ یہ دودھ میں گلاب کی پتیاں بھگو کر اشنان

کرتی ہے۔ ہم نے شروع ہی سے اسے صاحبِ عالم کی امانت سمجھ کر ہر رات چاندنی میں سلایا ہے اور ہر صبح حضور کے نام سے جگایا ہے۔ یہ آپ کی عادی ہے۔ آپ کی باندی ہے۔"

شہزادہ ایک ایک مجسمے کو ڈوب ڈوب کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ "نام کیا ہے....؟"

"انجلی......"

"نام بھی خوبصورت اور شاعرانہ ہے۔ ہم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ مورتیاں حسین ہیں یا وہ ان سے بڑھ کر حُسن کا شاہکار ہے؟"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "صاحبِ عالم جب بھی حکم کریں گے، اسے پیش کر دیا جائے گا۔"

"پہلے تو ہم اس سنگ تراش سے ملنا چاہیں گے۔ کیا غضب کا تخلیق کار ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ انسانی ہاتھ ایسے مجسمے تراش سکتے ہیں۔"

"میں اس کلاکار کو ابھی پیش کر سکتا ہوں۔ وہ باہر شرفِ بازیابی کا منتظر ہے۔"

"اسے فوراً حاضر کیا جائے۔"

راج تِلک راٹھور الٹے قدموں چلتا ہوا اس وسیع و عریض کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ آزر شیرازی تھا۔ آزر حاضر ہوتے ہی کورنش بجا لایا۔ شہزادے نے راج تِلک راٹھور سے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ یہ سننا چاہتا تھا کہ اس کی بہن انجلی کے متعلق آزر سے کیسے سوالات کیے جائیں گے اور وہ کیا جوابات دے گا؟ لیکن حاکم کے حکم کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ وہ مجبوراً وہاں سے چلا گیا۔

شہزادے نے آزر کو دیکھ کر پوچھا۔ "یہ مجسمے تم نے تراشے ہیں؟"

وہ سر جھکا کر دست بستہ ہو کر بولا۔ "جی حضور...! غلام نے محنت کی ہے اگر یہ کسی قابل ہیں تو داد چاہوں گا۔"

"تم صرف تعریف کے نہیں۔ بے حد و حساب انعامات کے مستحق ہو۔ یہ بتاؤ، کیا اس کا نام انجلی ہے؟"

"جی حضور...! نام بھی اتنا خوبصورت ہے۔ کہ سیدھا دل میں اترتا ہے۔"

شہزادے نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارے دل میں بھی اتر گیا ہے؟"

اس نے چونک کر سر اٹھا کر شہزادے کو دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ "ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ ان مجسموں کی طرح حسین اور دل نشین ہے؟"

"بخدا...ان سے بھی زیادہ حسین ہے۔"

"ان مجسموں کو تراشتے وقت وہ تمہارے روبرو رہتی ہو گی؟"

"یہ تو لازمی ہے۔ جب تک کوئی روبرو نہ ہو اس کا مجسمہ تراشا نہیں جا سکتا۔"

"تم صحت مند خوبرو جوان ہو۔ کیا اسے دیکھ کر تمہارا دل دھڑکتا نہیں تھا؟ تم ایک عام انسان نہیں ہو۔ بہت زبردست فنکار ہو۔ حسنِ نظر رکھتے ہو۔ کیا اسے چھونے کے لیے دل نہیں مچلتا تھا؟"

آزر نے سر جھکا لیا۔ جواب دیتے ہوئے جھجکنے لگا۔ شہزادے نے کہا۔ "یہ دن رات تمہارے پاس آتی رہی ہو گی اور تم اسے تراشتے رہے ہو گے۔ جام کو چھلکنے سے پہلے ہونٹوں سے لگا لیا جاتا ہے۔ کیا تم لبِ دریا پیاسے رہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "جان کی امان ہو تو عرض کروں؟"

"ہم نے امان دی۔ تمہاری فنی صلاحیتوں نے ہمیں متاثر کیا ہے۔ ہم سے کھُل کر باتیں کرو۔"

"حضور کا اقبال بلند رہے۔ میں نے کمبھ کے میلے میں انجلی کو پہلی بار دیکھا۔ وہ میرے دل و دماغ میں اس طرح نقش ہو گئی کہ میں نے ایک ہی بار دیکھنے کے بعد ایک ہی رات میں اس کی وہ مورتی تیار کر لی۔"

اس نے ڈانڈیا کھیلنے والی مورتی کی طرف اشارہ کیا پھر کہا۔ "جب یہ بات اس کے باپ کو معلوم ہوئی تو اس کے باپ نے سپاہیوں کے ساتھ آ کر مجھے گرفتار کر لیا۔ ایک کھنڈر میں لے جا کر تشدد کیا گیا۔ ایسے وقت اس کے بھائی راج تِلک راٹھور نے آ کر مجھے بچایا اور کہا کہ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں انجلی سے محبت کرنے کی گستاخی نہ کروں۔ تب ہی میری جان بخشی جائے گی پھر مجھ سے کہا گیا اگر میں انجلی کی پندرہ مورتیاں بنا کر انہیں دوں۔ وہ انہیں آپ کے سامنے پیش کریں گے تو آپ میری قدر کریں گے اور دربارِ شاہی میں کوئی اعلیٰ منصب عطا کریں گے۔"

"تمہیں راج کلا مندر کے گرو مہاراج (استادِ معظم) کا عہدہ اور ایک بڑی جاگیر عطا کی جائے گی۔"

آزر شیرازی جھک کر فرشی سلام کرنے لگا۔ شہزادے نے کہا۔ "آگے بولو۔"

وہ بولا۔ "جب میں نے اس کی مورتیاں بنانے کا آغاز

کیا اور یہ پہلی بار رات کے وقت میرے پاس آئی تو شرمائی لجائی سی تھی۔تب میں نے اس کی وہ مورتی بنائی تھی۔''

اس نے ہاتھ اٹھا کر اس شرمانے اور لجانے والی مورتی کی طرف اشارہ کیا پھر کہا۔''وہ کمبھ کے میلے میں ہی مجھ سے متاثر ہوگئی تھی۔مجھے دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔دونوں طرف برابر آگ لگی ہوئی تھی۔ہم ہر رات ایک بند کمرے میں صبح ہونے تک رہتے تھے۔تب میں نے اس کے جذبات کی عکاسی کرنے کے لیے وہ تیسری مورتی بنائی۔''

شہزادے نے اس تیسری مورتی کو دیکھا۔انجلی سیج پر لیٹی ہوئی بڑے ہی جذباتی انداز میں کسی کا انتظار کررہی تھی۔

آزر نے کہا۔''تب ہم ایک جان اور ایک قالب ہو گئے۔دریا میں ڈوبنے والا ابھر سکتا ہے۔ہم ایک دوسرے میں ڈوبنے کے بعد بھی ابھر نہ سکے۔تب میں نے وہ چوتھی مورتی بنائی۔''

شہزادے نے اس مورتی کی طرف دیکھا۔وہ مورتی کہہ رہی تھی کہ انجلی نے غسل کیا ہے۔اس کے بدن پر پانی کی بوندیں تھیں اور وہ گیلے لباس کو نچوڑ رہی تھی۔

شہزادے نے پوچھا۔''کیا راج تِلک راٹھور کو تم دونوں کے تعلقات کا علم ہے؟''

''مجھے اسی دن کا خوف ہے۔انہیں علم ہوگا تو وہ میرا سر قلم کردیں گے۔''

''کیا تم جانتے ہو' راج تِلک راٹھور نے یہ مورتیاں ہمارے سامنے کیوں پیش کی ہیں؟''

''وہ فن کے قدردان ہیں اور چاہتے ہیں کہ مجھے آپ کے قدموں میں جگہ مل جائے۔''

شہزادے نے اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا۔''اچھا ہوا' تم حقیقت نہیں جانتے اگر جان لیتے تو اپنی اور انجلی کی عشقیہ روداد کبھی نہ سناتے۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔''کیا اس غلام سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟''

''راج تِلک تمہارے اور انجلی کے تعلقات سے بے خبر تھا اور اس بے خبری میں اپنی بہن کو ہماری حرم میں پہنچانا چاہتا تھا۔تم اس کے ارادے سے بے خبر تھے۔اس لیے جو سچ تھا' وہ تم نے کہہ دیا۔''

''اگر وہ حضور کی امانت تھی تو اس غلام نے خیانت کی ہے۔بندہ سزا کا مستحق ہے۔''

شہزادے نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔''نہیں' تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس سے محبت کی ہے۔نہ تم نے جان بوجھ کر ہمیں فریب دیا ہے اور نہ ہی راٹھور جان بوجھ کر ہمیں جھوٹا کھلانا چاہتا تھا۔''

''حضور!میرے اور انجلی کے تعلقات کا علم اس کے بھائی کو ہوگا تو وہ کبھی مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔تم ہماری پناہ میں ہو۔''

''میں صرف اپنے لیے ہی نہیں' انجلی کے لیے بھی ڈرتا ہوں۔اس غیرت مند کہلانے والے راجپوت کو جب یہ معلوم ہوگا کہ اس کی بہن کے تعلقات ایک مسلمان سے ہوچکے ہیں تو وہ اسے زندہ جلادے گا۔''

''تم خاطر جمع رکھو۔ہمیں اپنی مہرالنسا کے پیار کی قسم ہے۔ہم تمہارے پیار پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔''

وہ سر جھکا کر بولا۔''میں اور میری آیندہ نسلیں آپ کے ان احسانات کو قیامت تک یاد رکھیں گی۔''

شہزادے کے حکم سے راج تِلک راٹھور کو بلایا گیا۔وہ حاضر ہوا تو شہزادے نے کہا۔''ہم اس کلاکار سے بہت خوش ہیں۔یہ زیادہ سے زیادہ انعامات کا مستحق ہے۔ہماری جاگیر میں جو چیت پور کا علاقہ ہے۔ہم اسے مرحمت فرماتے ہیں۔ ایک ہزاری ذات اور دو سو سواروں کے منصب پر سرفراز کرتے ہیں۔''

ایک ہزاری ذات اور دو سو سواروں کا مطلب یہ ہوا کہ آیندہ آزر شیرازی کے پاس ایک ہزار مسلح سپاہیوں کا لشکر اور دو سو گھڑ سوار رہا کریں گے اور وہ چیت پور کا جاگیردار کہلائے گا۔

راج تِلک راٹھور نے رشک بھری نظروں سے آزر شیرازی کو دیکھا۔اس نے بڑی احسان مندی سے کہا۔''حضور والا!میری توقع سے زیادہ انعام واکرام کی بارش کر رہے ہیں۔میں حضور اقدس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔''

شہزادے نے کہا۔''راج تِلک راٹھور!ہم اس سے بھی زیادہ اسے انعام دینا چاہتے ہیں۔تم کیا کہتے ہو؟''

وہ سر جھکا کر بولا۔''صاحب عالم مہادیالو ہیں۔سخی داتا ہیں۔آزر شیرازی کو ہیرے جواہرات بھی عطا کرسکتے ہیں۔''

شہزادے نے کہا۔''ہم صرف ایک ہی ہیرا اس کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہیرا تمہارے گھر میں ہے۔''

راٹھور نے چونک کر شہزادے کو دیکھا۔اس نے ان تمام مورتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''اس سے زیادہ قیمتی ہیرا کیا ہوگا؟ہم حکم دیتے ہیں' اپنی بہن انجلی کو آزر شیرازی کے نکاح میں دے دو۔''

سپہ سالار راج تِلک راٹھور کے ذہن کو ایسا زبردست

جھٹکا پہنچا کہ وہ کھڑے کھڑے لڑکھڑا گیا۔اس کے منہ پر زور کی اَن دیکھی لات پڑی تھی۔وہ فوراً ہی گھٹنے ٹیک کر گڑگڑاتے ہوئے بولا۔''حضور والا!میں آپ کا تابعدار' آپ کا نمک خوار ہوں۔مجھے نظروں سے اس قدر نہ گرائیں۔میں اپنے منصب' اپنے عہدے اور اپنی شان و شوکت کے مطابق بہن کو بیاہنا چاہتا ہوں۔''

''ہم نے آزر شیرازی کو جو جاگیر اور منصب داری عطا کی ہے۔وہ تمہاری شان و شوکت کے عین مطابق ہے۔یہ جوان تم سے کسی بھی طرح کم تر نہیں ہے۔ہمارا ایک اور حکم ذہن نشین کرو۔آزر شیرازی کی ہونے والی زوجہ انجلی تمہارے پاس ہماری امانت ہے اگر وہ تمہاری کسی سازش سے' کسی زہر سے یا کسی حادثے میں مرے گی یا اس کے بدن پر ایک ہلکی سی بھی خراش آئے گی تو تم باغی اور نافرمان کہلاؤ گے۔تمہارے لیے سزائے موت لازمی ہو جائے گی۔ہم سات دنوں کے اندر یہ سننا چاہتے ہیں کہ تم نے بہن کو ڈولی میں بٹھا کر آزر کے گھر پہنچا دیا ہے۔''

راج تِلک راٹھور پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا اگر بول پاتا' تب بھی مستقبل کے شہنشاہِ ہندوستان کے آگے زبان بولنے سے انکار کردیتی۔

شہزادے نے میرِ دربار کو بلا کر آزر شیرازی کی جاگیر اور منصب داری کے سلسلے میں حکم دیا کہ آزر کو فوراً ان انعامات سے نوازا جائے۔ایسے ہی وقت ایک قاصد نے دہلی سے آکر خبر سنائی کہ مہابلی شدید بیمار ہیں۔بسترِ علالت پر اپنے شیخو بابا کو یاد فرمارہے ہیں۔

شہزادہ اسی وقت باپ کی عیادت کے لیے وہاں سے چل پڑا۔اس کے جاتے ہی راج تِلک راٹھور نے غراتے ہوئے آزر شیرازی کو دیکھا پھر غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔''بد بخت...!تو سمجھتا ہے' آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈس لے گا؟میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

آزر نے اس کے سامنے تن کر کہا۔''راٹھور جی....!حدِ ادب میں رہ کر بولو۔اب میں منصب داری میں کسی طرح تم سے کم نہیں ہوں پھر یہ کہ تم میرے ہونے والے سالے ہو۔میری موت کی خواہش کروگے تو اس سے پہلے ہی تمہارا سر قلم کردیا جائے گا۔''

وہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگا پھر دروازے پر رُک کر بولا۔''تم نے منصوبہ بہت اچھا بنایا تھا مگر اس پہلو پر دھیان نہیں دیا کہ صاحب عالم مہرالنسا کو جنون کی حد تک چاہتے ہیں۔ایسی دیوانگی میں انجلی تو کیا' راجا اِندر کے دربار سے کوئی اپسرا بھی آجائے تو وہ اس کی طرف مائل نہیں ہوں گے۔''

پھر وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔''افسوس .....آخر گرے زمیں پر اونچی اُڑان والے....''

وہ بڑے فاتحانہ انداز میں پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔ راج تِلک راٹھور گرنے کے انداز میں فرش پر دوزانو ہوگیا۔ سر یوں جُھک گیا' جیسے حالات کے سامنے سرِ تسلیم خم کررہا ہو۔

☆☆☆

جلال الدین اکبر ایک طویل عرصے سے بیمار تھا۔ بیماری کی کئی وجوہات تھیں۔بظاہر تو صحت خراب ہوگئی تھی۔ بخار چڑھتا اُترتا رہتا تھا اور دست جاری رہتے تھے۔ان کے علاوہ اکبر کے دستِ راست ابوالفضل کے قتل نے پہلے ہی کمر توڑ دی تھی پھر رفتہ رفتہ دینِ الٰہی کے پرچار میں ناکامی نے بادشاہ کو اپنی بےبسی اور کمزوری کا احساس دلایا تھا۔

اب سے پہلے لوگ اپنے بادشاہوں کے سامنے سر جُھکایا کرتے تھے لیکن اکبر نے جگت گرو بن کر اپنے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔کوئی دینِ الٰہی کو مانے یا نہ مانے... کوئی مسلمان ہو' ہندو ہو یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔بادشاہ کے روبرو آنے والے کو سجدہ کرنا پڑتا تھا۔

اب وہ بسترِ علالت پر پڑا اپنے اعمال کا حساب کررہا تھا۔یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ جو کٹر ہندو اور سچے مسلمان تھے۔وہ اس کے روبرو آنے سے کتراتے تھے۔ایک جعلی مسجود کے آگے جُھکنا نہیں چاہتے تھے۔

غیر مسلم عورتوں کو مشرف با اسلام کیے بغیر شادیاں کرنے کے بُرے نتائج سامنے آرہے تھے۔معاشرہ بگڑتا جا رہا تھا۔کتنے ہی بچے دو مذاہب کے درمیان پیدا ہوکر دوغلے اور ذہنی مریض بن چکے تھے۔

ہندو بیویاں جہاں دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیاں رکھ کر پوجا کرتی تھیں۔ان کے مسلمان شوہر وہیں رحل پر قرآن مجید رکھا کرتے تھے۔دینِ الٰہی کے زیرِ اثر رہنے والے مسلمانوں نے یہ یکسر بھلا دیا تھا کہ اسلام میں کسی انسان کا تو کیا' جانور کا بت رکھنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے لیکن جگت گرو کے دینِ الٰہی نے انہیں اس قدر گمراہ کردیا تھا کہ وہ قرآن مجید جیسی مُقدس اور آخری کتاب کو دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیوں کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

اب جلال الدین اکبر کو اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کا احساس ہورہا تھا۔وہ اس قدر نادم تھا کہ چُپ چُپ سا رہنے لگا تھا۔بستر پر پڑا دل ہی دل میں گڑگڑاتا رہتا تھا۔''یا خدا!

ہماری غلطیوں کو اور گمراہیوں کو معاف فرما۔ ہم شیطان صفت مصاحبین کی صحبت میں رہ کر گمراہ ہوتے چلے گئے۔ دینِ اسلام کی صورت بگاڑ دینی چاہی لیکن ہم خود بگڑ گئے ہیں۔ ہمارے پاس بڑی دولت ہے' بڑی طاقت ہے۔ ہم اپنی قوت سے پوری رعایا کو زیروزبر کر سکتے ہیں لیکن اپنی ایک معمولی سی بیماری دور نہیں کر سکتے۔ ہم شرمندہ ہیں کہ تیرے بندوں کو اپنے آگے سجدے کراتے رہے۔''

وہ دل ہی دل میں گڑگڑاتا رہتا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ شہزادہ سلیم باپ کی عیادت کے لیے آیا تو اس نے پوچھا۔ ''کون.....؟''

اب تو مہابلی جگت گرو شہنشاہ جلال الدین اکبر کی نظریں بھی دھندلا گئی تھیں۔ وہ روبرو آنے والوں کو بہ مشکل ہی پہچان پاتا تھا۔

شہزادہ سلیم نے قریب آکر باپ کی قدم بوسی کی۔ اکبر نے تڑپ کر کہا۔ ''نہیں' نہیں۔ ہمارے آگے نہ جھکو۔ ہمیں سجدہ نہ کرو۔''

شہزادے نے کہا۔ ''بابا جانی! ہم ہیں' آپ کے شیخو بابا....آپ کے خوشامدی اور مفاد پرست حواری آپ کے آگے سجدے کرتے رہے ہیں لیکن ہم نے کبھی نہیں کیا۔ باپ کے پاؤں چومنا بیٹے کی سعادت مندی ہے۔ اس لیے ہم نے قدم بوسی کی ہے۔''

اس نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''تم آگئے شیخو بابا! ایک وقت ایسا آتا ہے۔ جب انسان بالکل تنہا رہ جاتا ہے۔ ہم اپنے اعمال کی دلدل میں تنہا دھنستے جارہے ہیں۔''

''بابا جانی! آپ تنہا نہیں ہیں۔ انسان کے اعمال اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ خدا نے چاہا تو آپ جلد ہی صحت یاب ہو کر پہلے کی طرح چلنے پھرنے لگیں گے۔''

''ہماری آخری خواہش ہے کہ ایک بار اُٹھ کر بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں۔ اپنی آنکھوں سے تمہیں تختِ نشین ہوتے اور تاج پہنتے دیکھ لیں....آہ! ہر انسان کہتا ہے کہ یہ اس کی آخری خواہش ہے لیکن اس خواہش کے بعد پھر کوئی آخری خواہش پیدا ہو جاتی ہے....نہیں۔ ہم کوئی خواہش نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں گے۔''

''بابا جانی! آپ ہمیں کوئی حکم دیں۔''

''ہم حکم نہیں دیں گے۔ التجا کریں گے۔ دینِ الٰہی کی آلودگی سے دین اسلام کو جو نقصان پہنچا ہے' ہماری طرف سے اس کی تلافی کرو۔ جہاں جہاں دینِ الٰہی کے اثرات رہ گئے ہیں۔ انہیں یکسر مٹا ڈالو۔''

شہزادے نے کہا۔ ''انشاء اللہ۔ یہی ہوگا۔''

اکبر نے ایک ذرا گہری سانس لی پھر کچھ بولنے لگا۔ اس کی آواز کبھی ڈوب رہی تھی۔ کبھی اُبھر رہی تھی۔ شہزادہ سر جھکا کر اس کے منہ کے قریب کان لگا کر سننے لگا۔ وہ کلمۂ طیبہ پڑھ رہا تھا پھر کلمۂ شہادت پڑھنے لگا اور پڑھتے پڑھتے اچانک ہی چُپ ہو گیا۔ زبان ہمیشہ کے لیے بولنے سے معذور ہو گئی۔

شہزادے نے باپ کے سینے سے کان لگائے۔ دھڑکنیں سنائی نہیں دیں۔ نبض ٹٹولی...نبض نہیں ملی۔ اس نے بڑے صدمے سے کہا۔ ''بابا جانی...!''

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے لیکن وہ خوشی کے آنسو تھے۔ اگرچہ باپ کی موت کا صدمہ تھا لیکن خوشی اس بات کی تھی کہ آخری لمحات میں شہنشاہ ہندوستان جلال الدین اکبر نے کلمہ پڑھا تھا۔

پوری سلطنتِ مغلیہ میں کئی روز تک اکبر کی وفات کا سوگ منایا گیا۔ ایک مہاراجا نے جگت گرو سے عقیدت ظاہر کرتے ہوئے آزر شیرازی سے کہا۔ ''آپ مہا کلاکار ہیں۔ ہمیں جگت گرو کا بہت بڑا مجسمہ تراش کر دیں۔ ہم اسے اپنے راج محل میں رکھیں گے۔''

آزر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی انجلی نے اس کے پیچھے آکر کہا۔ ''میرے مجازی خدا ایسا کوئی مجسمہ نہیں تراشیں گے' جس سے عقیدت پیدا ہو جائے۔ عقیدت ہوگی تو اس کی پرستش بھی ہوگی۔ پرستش ہوگی تو اس کے آگے سجدہ بھی کیا جائے گا اور ہمارے دینِ اسلام میں خدا کے سوا کسی کے آگے سجدہ روا نہیں ہے۔''

وہ مہاراجا سر جھکا کر چلا گیا۔ آزر شیرازی نے ہنستے ہوئے انجلی کو کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔

(ختم شد)

تاریخی پس منظر کے مآخذ

تاریخ ہندوستان	خلاصۃ التواریخ	اے کروے آف انڈیا	دختران ہند
شمس العلماء مولوی ذکا اللہ	سبحان رائے بھوری	کے ایم پینکر	پروفیسر مولانا علم الدین سالک